خطباتِ شیخ الاسلام

حضرت خواجہ الحاج الحافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

الموسوم بہ

مواعظِ قمریہ

ترتیب و تدوین

حضرت العلامہ قاری غلام احمد مفتی دارالافتاء

آستانہ عالیہ سیال شریف

ادارہ تعلیماتِ اسلاف لاہور پاکستان

نام کتاب : خطباتِ شیخ الاسلام

مرتب : العلامہ قاری غلام احمد سیالوی

ناشر : ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور

مطبع : پرنٹ ایکسپرٹ، رائل پارک، لاہور

کاپی پیسٹنگ : شان محمد، گلی نمبر 14/D، مکہ کالونی، گلبرگ iii، لاہور

تعداد : 1000 محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / بمطابق اپریل ۲۰۰۲ء)



۷۸۶

نیّرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

آں جملہ رسل ہادیِ بر حق کہ گذشتند　　بر فضلِ تو اے ختمِ رسل دادہ گواہی
در خلق و در خُلق توئی نیّرِ اعظم　　لا تُدرک اوصاف لم تدر کماہی
یا احسنُ یا اجملُ یا اکملُ اکرم　　واللہ باخلاقک فی الملاء یباہی
تو باعثِ تکوینِ معاشی و معادی　　اے عبدِ الہ ہست مسلم بتو شاہی
ز آفاق پریدی و ز افلاک گذشتی　　درجاتک فی السدرۃ غیر التناہی
بلکیست حقیقت کہ عروج تو ز سدرۃ　　والذکر لفی حیّز من جملہ مناہی
عالم بہ ہوا داریت از ہوش برفتہ　　آہو شدہ در یمؑ بصحرا شدہ ماہی
امید بحرمت کہ مکارم شیمِ تست　　من کیستم و چیست معاصی و تباہی
آئیسِ غم از فضلِ تو اے روحِ خداوندی　　نظرے کہ رباید ز قمر رنج و سیاہی

فہرست عنوانات

Scanned with CamScanner

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

پیش لفظ

۵۲-۱۹۵۱ء کی بات ہے کہ فقیر کا سن کوئی ۵-۶ برس کا تھا کہ گاؤں کے جنوب مغربی کونے پر لوگوں کا ایک مجمع تھا۔ ڈھول بج رہے تھے۔ لوگ بڑے تپاک سے کسی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ کبھی کبھی ایک نعرہ بلند ہوتا تھا۔ جواب بھی یاد پڑتا ہے "پیر سیال لج پال" غالباً فروری مارچ کا مہینہ تھا۔ لوگ صبح سے انتظار کر رہے تھے۔ گاؤں کے بڑے سردار مسجد کے امام و خطیب 'بوڑھے' بزرگ جوان 'بچے' سب ہی تو جمع تھے۔ بعض خواتین کی ٹولیاں بھی دور دور بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہم بچوں میں بڑا تجسس تھا کہ وہ پیر سیال کون ہے؟ کیسا ہے؟ کب آئے گا؟ کیسے آئے گا؟ کہاں سے آئے گا؟ ہم بزرگوں سے بار بار پوچھتے تھے کہ آخر یہ سب ماجرا کیا ہے کہ اچانک ایک گولہ پھٹنے کی آواز آئی اور سب لوگ چارپائیوں سے کھڑے ہو گئے۔ بعض لوگوں نے اپنے پاؤں سے جوتے تک نکال دیے۔ بعض وضو کرنے لگ گئے۔ بعض لوگوں نے ہمہ تن چشم ہو کر مغرب سے آنے والی سڑک پر اپنی نظریں گاڑ دیں۔ دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ نیم سرنگوں ہو گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی ایسا شخص آ رہا ہے جو ان کا بہت بڑا مربی ہے۔ احسان کنندہ ہے۔ غم خوار ہے۔ مسیحا ہے۔ کمانڈر ہے۔ کاروبار حیات میں ان کا رہنما ہے یا پھر وہ اللہ کا کوئی بہت بڑا مقرب ہے۔ رسول ﷺ خدا کا نمائندہ ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جو کوئی آ رہا ہے وہ کوئی عظیم ہستی ہے۔ کچھ دیر کے بعد ڈھول بجنے لگا۔ پانچ چھ گھوڑ سوار اس سڑک پر نمودار ہوئے اور آن کی آن میں ہمارے گاؤں کی فضا میں آتش بازی اور ڈھول کی آواز نے ایک ایسا سماں باندھا کہ یوں لگا جیسے میرا سارا گاؤں عروس ہے اور آنے والا اس کا دولہا ہے۔ گاؤں سارا 'کیا مرد' کیا عورت کیا بوڑھا

کیا جوان آنے والے کی ایک جھلک دیکھنے کو چلا آرہا ہے۔ آنے والے کی سواری بازاروں سے گزرتی ہوئی چلی اور اس کے جلو میں لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ تھے جیسے وہ مالک اور یہ سب مملوک ہوں۔ وہ آقا ہو اور یہ سب خادم ہوں۔ فقیر نے بھی دوڑ کر اس سوار کو دیکھنے کی کوشش کی۔ تھا تو چھینہ ہی مگر دیکھا تو ایسا دیکھا کہ پھر کوئی دوسرا دیکھا نہ گیا۔ کوئی نظر میں نہ جچا۔ دل کی طلب اس سے آگے ایک قدم نہ بڑھ سکی۔ وہ اس قدر دلربا تھا کہ آنکھوں نے اس چہرے کو بھلانا گوارہ نہ کیا۔ گاؤں سے چوپال میں پہنچ کر سوار سواری سے اترا تو گاؤں کے سردار نے رکاب کشی کی اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد اس کے تینوں بھائیوں نے اس کے سامنے زمین بوسی کا شرف حاصل کیا۔ ہمارے گاؤں کے خطیب آگے بڑھے اور قدم بوس ہوئے۔ پھر کیا تھا لوگ امڈ آئے اور آپ کیلئے بنائی گئی جائے استراحت تک کوئی ہاتھ چومتا تھا تو کوئی پاؤں اور ہمشکل سو گز کا فاصلہ ایک گھنٹہ میں طے ہوا۔ سوار آرام فرما ہوئے۔ فقیر جم گھٹے میں لوگوں کے اندر سے گھسیڑتا ہوا اس شخص عدیم المثال تک پہنچا۔ کیا دیکھا؟ کہ ایک شخص مثل یوسف ستواں ناک غزال چشم بایاں ہنگرانیء قلب بند دو دلیاں بسوئے خلق واشدہ برائے شکار کردن آہوان بے تاب۔ چاند کی چاندنی میں لپٹا رخ زیبا۔ اس قدر خوبصورت سراپا کہ کوئی دیکھے تو کھنچتا ہی چلا جائے۔ اس پر حسن خلق اور طبع حلیم کی مقناطیسیت و جاذبیت کون کور ذوق ہوگا جو اسے دیکھے اور اس کا گرویدہ نہ ہو۔ کھسکتے کھسکتے قریب پہنچا۔ گاؤں کے خطیب نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے فرمایا: "نماز پڑھیں تے دہ واری درود شریف 'دہ واری قل شریف ہر نماز نال پڑھیں۔ اپنی پڑھائی ول دھیان دیویں" وہ ہاتھ کیا پکڑا کہ میں نے اپنی کوتاہ عملی کے حوالے سے لاکھ بار بے اعتنائی کی۔ مگر اس نے ہاتھ نہ

چھوڑا۔ زندگی میں بھی اور مابعد زندگی بھی۔ کئی بار میری خطاؤں پر خواب میں اور ظاہر اٹوکا اور اس سوز اور دردمندی سے بات سمجھائی کہ گویا میری خرابی میں اس کا اپنا نقصان ہو۔ اب سمجھ آیا کہ پیر سیال لجپال کا معنی کیا ہے۔ یا شیخ میں نے تو ابھی تک اپنی روش نہیں بدلی۔ خطاؤں کا کوئی شمار نہیں ہے۔ مایوسیوں اور ناکامیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر چکا ہوں۔ شیطان اور نفس نے مجھے چودھار گھیر لیا ہے۔ بے دست وپا نتواں و نامراد منجدھار زندگی پر بہا جاتا ہوں نہ تو کوئی لنگر ہے آپ کی نظر کرم کے سوا اور نہ ہی کوئی کنارہ آپ کے دست شفقت کے علاوہ۔

کب آؤ گے میرے لجپال کب آؤ گے؟

کچھ اس کتاب کے بارے میں

ادارہ تعلیمات اسلاف کے مشن کے بارے میں تو اب تک کافی پیر بھائی معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اس کتاب "خطبات شیخ الاسلام" میں حضرت خواجہ الحاج الحافظ سیدی مرشدی محمد قمر الحق والملت والدین کے خطابات کی تعداد کو شمار کر لینا تو ہماری استطاعت سے باہر ہے۔ ہم اپنی مالی بے بضاعتی کی وجہ سے صرف ۲۶ خطبات کو اس شکل میں آپ تک پہنچا سکے۔ ان خطبات کو جمع کرنے کا سہرا جناب قاری مفتی غلام احمد صاحب سیالوی کے سر ہے اور ان کے پاس اس قسم کا بے بہا سرمایہ موجود ہے۔ ان خطبات میں جو کچھ حوالہ جاتی کام ہوا ہے وہ جناب محمد شریف صاحب سیالوی پروفیسر وچیئرمین شعبہ عربی جامعہ بہاؤالدین زکریا ملتان کا ہے۔ خطبات کی ترتیب وفنی تدوین فقیر اور میرے رفیق مخلص جناب ڈاکٹر خالق داد ملک پروفیسر شعبہ عربی جامعہ پنجاب لاہور نے کی ہے۔

یہ کام اقبال پبلیشنگ کمپنی کے مالی تعاون کے بغیر ناممکن تھا۔ ادارہ کارکنان اقبال پبلیشنگ کمپنی کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔

عقیدت مندان سیال شریف کی خصوصی توجہ کیلئے

ادارہ کے پاس آستانہ عالیہ سیال شریف سے متعلق بہت سا تعلیمی تاریخی، سماجی اور روایتی ادب کا غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے لیکن چونکہ ادارہ کسی مالی منفعت کیلئے یہ سلسلہ جاری نہیں رکھے ہوئے ہے۔ بلکہ صرف اور صرف ابلاغ تعلیمات اسلاف کے خالص فدویانہ نقطہ نظر سے یہ کام کر رہا ہے۔ بنابریں پیر سیالؒ کے مخیّر عقیدت مندوں و مریدین کی توجہ کیلئے عرض ہے کہ وہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق اس تعلیمی و خطی ذخیرہ کی طباعت کا اہتمام کرنے کیلئے ادارہ سے تجارتی بنیادوں پر مالی تعاون فرمادیں۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

آخر میں، میں جناب قاری غلام احمد صاحب سیالوی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان گرانقدر خطبات کو طبع کر کے فلاح عام کیلئے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اللہ رب العزت ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور حضرت شیخؒ کی بارگاہ میں پسندیدہ بنائے۔

مقیم کوئے آں شاہم کہ اعلیٰ آستاں دارد
ملوکش جملہ مفتون وملائک پاسباں دارد
مثال عشق ما با آں شہ خوبانِ سیالی
چو آں زالے کہ در دستش تنیدہ ریسماں دارد

فقیر حافظ غلام حسین سیالوی۔ ابن مولانا احمد بخش ضیائی
سینئر نائب صدر ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور
ساکن : چک نمبر ۲۴۱ منگوآنہ ضلع جھنگ
حال مقیم : 112/2D1 ٹاؤن شپ، لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطاب در شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ (التوبہ: ۱۲۸۔۱۲۹)

(بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے بھاری ہے اس پر جو تکلیف تم پاؤ تمہاری بھلائی کا بڑا خواہش مند ہے اور ایمان والوں پر بہت شفقت کرنے والا رحم والا ہے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرات! ماہ ربیع الاول برکت و عظمت والا ہے اور اس کی شان محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے۔ یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے۔ رمضان المبارک بھی بابرکت ہے اور قرآن کریم کا اس مہینہ میں نازل ہونا بھی باعث برکت ہے۔ نیز رمضان المبارک میں لیلۃ القدر بھی ہے جو ہزاروں مہینوں کی عبادت سے زیادہ درجہ اور مرتبہ رکھتی

ہے تو اس کی نسبت بھی محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجود ملائکہ بنادیا گیا۔ تمام فرشتوں سے تعظیم کرائی گئی۔ بہت بڑی عظمت و مرتبت اور شان بخشی گئی لیکن انسان اگر تورات و انجیل کو دیکھے تو یقین ہوتا ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے طفیل تشریف لائے۔ سب سے پہلے بشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جس طرح فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ (ص: ۷)

اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَراً مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر: ۲۸)

(میں کھنکھناتی مٹی کے خمیر اٹھائے ہوئے سیاہ گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں)

کنز العمال ابواب التفاسیر میں ہے۔ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں روح پھونکی گئی تو عرش کی قندیل پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ عرض کیا۔ اے اللہ لا الہ الا اللہ کا معنی تو میں نے سمجھا محمد رسول اللہ کا کیا معنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کا شان بیان نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی یہ فرمایا کہ وہ نبی آخر الزماں ہے۔ بلکہ ایک تنبیہ فرمائی جس میں عظمت کا اشارہ تھا۔ یا آدم لولا محمد لما خلقتک (اے آدم اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی میں پیدا نہ کرتا)

کنز العمال ابواب التفاسیر "مقام مصطفےٰ" از فیضی مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین الفصل الثانی۔

معلوم ہوا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے آپ ﷺ کی ذات بابرکات موجود تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"کنت نبیا وآدم لمنجدفی الماء والطین

(میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی اور مٹی میں گوندھا ہوا تھا)

دوسری حدیث پاک ہے:

کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد

(میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدمؑ جسم اور روح کے درمیان تھے)

تیسری حدیث پاک ہے:

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین

(میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے)

تو جو ذات مبارک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سبب ہو یا علت ہو۔ اس کو عقل نہیں مان سکتی کہ ہم بشر کہیں۔ جو ہستی بشر سے پہلے نبی ہو کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ وہ اولاد بشر میں ہیں البتہ لباس بشری ضرور ہے۔ یہ محض ہمارے سمجھانے کیلئے ہے۔ کیسے شادیاں کرنی ہیں۔ کیسے تجارت کریں۔ نماز کیسے پڑھیں۔ حج کیسے کرنا ہے۔ زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے۔ آپس میں معاملات دینی اور دنیاوی کس طرح رکھیں۔ حتیٰ کہ ہر قسم کے تعلقات و ضروریات وغیرہ کی تعلیم دی۔ جس طرح فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب :۲۱)

(بے شک اللہ کے رسول کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ہے)

اس لئے لوازم بشریت میں تشریف لائے۔ ورنہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ نور ہے۔ حضور پاک ﷺ کی ذات کو منحصر فی البشریت نہیں کہہ سکتے۔ آپ کے معجزات دیکھئے تو ایک ایک معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو شامل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوڑھی کو درست اور مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے عصا کو اژدھا بناتے اور گریبان سے ہاتھ نکالتے تو روشن ہو تا۔

یاد رکھئے یہ سب معجزے محدود اور وقتی طور پر انہیں نصیب تھے۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام توارت پڑھتے تو پرندے ہوا میں رک جاتے۔ پانی کا بہاؤ رک جاتا۔ بلکہ الٹا چلنے لگ جاتا۔ جس کافر کے کان پر آواز پڑتی وہ مسلمان ہو جاتا۔ نیز حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام ریاضی اور فن طب کے ماہر تھے۔ حکمت اور اصطرلاب کا علم انہیں دیا گیا۔ یہ صرف محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہیں کہ آپ ﷺ نہ صرف بذات خود معجزہ دکھاتے بلکہ جسے چاہتے طاقت کرامت بخش دیتے۔

ہر چہ خواہد و ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ اس میں شک نہیں۔ بہت بڑا معجزہ ہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت جابرؓ کے لڑکوں کو زندہ کرنا باختیار خود بہت بڑے مرتبہ کا معجزہ ہے کہ بڑے لڑکے نے چھوٹے کو ذبح کر دیا پھر والد کے ڈر سے مکان سے گر کر ذبح کرنے والا بھی جاں بحق ہوا۔ حضرت کی تشریف آوری پر دونوں کو چارپائی پر لٹا کر اوپر کپڑا بچھا دیا تاکہ حضور ﷺ کی مہمان نوازی میں فرق نہ آئے اور آپ کو تکلیف نہ ہو۔ اور آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر شاق نہ گزرے اور کسی قسم کا رنج و غم حضور ﷺ کی ذات کو لاحق نہ ہو لیکن آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا جابر تیرے لڑکے کہاں ہیں۔ عرض کی کہیں دور گئے ہیں فرمایا بلالاؤ۔ حضرت جابرؓ کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کا فرمانا برحق ہے۔ کرم فرما رہے ہیں۔ فوری لڑکوں کے پاس آکر آواز دی۔ حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں آپ ﷺ دستر خوان پر بلا رہے ہیں۔ دونوں بچے دوڑ کر آتے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ ۱/ ۲۳۵۹ بحوالہ شواہد النبوۃ مدینہ پبلشنگ کمپنی)

اب دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کی نوعیت تو " اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران : ۴۹) ہے اور یہاں حضرت جابرؓ کو خود اختیار دے رہے ہیں کہ بلالو۔ اسی طرح حضرت جابرؓ کا دوسرا واقعہ دلائل النبوۃ میں صحیح سند سے آیا ہے۔ حضرت جابرؓ نے دیکھا حضور ﷺ کا چہرہ انور اختیاری فاقہ سے زرد ہے۔ فوراً گھبرائے۔ گھر والوں کو فرمایا : ویحک (تجھ پر افسوس ہے) حضور ﷺ کا چہرہ انور اختیاری فاقہ سے زرد ہو گیا ہے کوئی چیز کھانے کی ہو تو پیش کریں۔ چنانچہ ایک بکری کھڑی تھی ذبح کر دی۔ اور تھوڑا سا آٹا بھی موجود تھا۔ سالن اور روٹیاں پکا کر کھانا اٹھایا اور لے چلے۔ جب بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا جابرؓ یہ کیا لائے ہو تو حضرت جابرؓ نے لمبی تقریر بیان کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا۔ آپ کو دیکھا اختیاری فاقہ کے آثار چہرہ انور پر نمایاں تھے۔ فوراً دوڑ کر گھر پہنچا۔ گھر والوں سے پوچھا کھانے کی کوئی چیز ہے یا نہیں انہوں نے بکری دکھائی۔ چھری لی۔ بکری کو لٹایا چھری گلے پر رکھی۔ ذبح کر کے گوشت بنایا۔ ہنڈیا میں ڈالا۔ نیچے آگ جلائی۔ خوب پکانے کے بعد روٹیوں کا انتظام کیا۔ وہ بھی اسی طرح بات کو لذت اور محبت کے انداز میں لمبا کرتے ہوئے بیان کیا۔ اور یہ محبوب و محب کے کلام کا تقاضا

ہوتا ہے۔ جسے تلطف بالخطاب کہتے ہیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی (طٰہٰ :۱۷)(اے موسیٰ تیرے بائیں ہاتھ میں کیا ہے) تو اس کا جواب آسان تھا کہ عرض کرتے : عصا (لاٹھی ہے) لیکن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بجائے عرض کیا "ھِیَ عَصَایَ" (یہ میری لاٹھی ہے) آگے بیان فرمایا: اَتَوَکَّؤُا بِھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی (طٰہٰ :۱۸)(یعنی میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنے ریوڑ کیلئے پتے جھاڑتا ہو۔ پھر یہاں ختم نہیں کیا بلکہ آگے بیان فرمایا اور اس لاٹھی میں میرے اور بھی کام ہیں۔ اتنی لمبی بات محض اس لئے کی تاکہ محبوب سے لطف بالکلام حاصل کریں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

حمامۃ الجرعی بدومۃ الجندل اشجعی   وانت بمرء ی من سعاد ومسمعی

(اے پتھریلے علاقہ والے اونچے ٹیلوں کی کبوتری تو گاتی رہ۔ کیونکہ تو ایسے مقام پر ہے جہاں میری محبوبہ سعاد دیکھتی ہے اور سنتی ہے)

یہ تقاضا عشق ہے۔ اسی طرح حضرت جابرؓ نے بھی بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ تمام ساتھیوں کو آواز دے دو۔ کھانا آگیا ہے۔ کھالیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ یہ قلیل المقدار کھانا اتنی بے شمار تعداد والے کئی دنوں کے فاقہ برداشت کردہ لوگوں پر کیسے پورا ہوگا۔ لیکن فرمان کے تحت تمام بلائے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کپڑا لگا رہے دستر خوان بچھا رہے اور تقسیم کرتے رہو۔ چنانچہ گروہ در گروہ لوگوں کی جماعتوں نے تناول کیا۔ بالآخر جب تمام سیر ہو چکے تو عرض کی غریب نواز اب آپ بھی تناول فرمالیں۔ تو حکم دیا مدینہ منورہ میں منادی کرادو۔ کوئی بھوکا نہ رہ جائے۔ جب منادی کرائی گئی تو ارد گرد کے بدوی لوگ بھی آکر خوب سیر ہوئے۔ آخر کوئی بھی باقی نہ رہا تو فرمایا جابر اب ادھر لاؤ۔ جب پیش کیا گیا۔ تو چادر کے نیچے سے بکری کا کان پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔ جابر اس بکری کو لے جاؤ۔

(خصائص الکبریٰ ج :۲ ص :۶۲)

گھر آئے تو مائی صاحبہ نے عرض کیا۔ جابر یہ کیا لائے ہو۔ وہی بکری جابرؓ نے فرمایا: تمام لوگ مخلوقات اس بکری کو کھا چکے ہیں اور بکری ویسی کی ویسی موجود ہے تو مائی

صاحب نے فوراً کہا: اشہدان لاالہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ۔ یہ مختار کل ہیں چاہیں تو سینکڑوں کو آن واحد زندہ فرمادیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضور پرنور ﷺ کی برکت سے ہمارے دل زندہ فرمادے اور ہمارے دماغ روشن کردے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے دو حصے ہیں ایک خاص یعنی انبیاء علیہم السلام اور دوسرے عام۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے وعدے لئے ہیں۔ ایک تو اپنی ربوبیت کا ہے۔ تمام خاص وعام کو خدا تعالیٰ نے فرمایا "الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) سب نے یک آواز اقرار کیا "بلیٰ" اور دوسرا اپنے محبوب کی خاص امت یعنی انبیاء علیہم السلام سے اپنے محبوب کی رسالت کا لیا۔ لیکن لطف یہ ہے کہ دربار عام جو اپنی ربوبیت کیلئے عہد لیا نہایت مختصر عہد تھا۔ محض دو تین الفاظ پر مشتمل تھا۔ جو اوپر بیان ہوا ہے۔ لیکن محبوب پاک کی رسالت کا عہد جو دربار خاص میں لیا وہ دیکھئے کتنا لمبا اور طویل ہے:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۤىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○

(آل عمران:۸۱۔۸۲)

(اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا یعنی کتاب اور حکمت پھر تمہارے پاس آئے رسول ﷺ کہ سچی بتائے اس چیز کو جو تمہارے پاس ہے تو اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے (اس بات کا) اقرار کیا اور کیا تم نے اس پر میرا عہد قبول کیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا پس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی اس کے بعد پھر جائے تو وہی ہیں نافرمان۔)

جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے وعدہ لیا جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول آئے۔ "ثم تراخی کیلئے" ہوتا ہے یعنی تمام انبیاء کے بعد۔ تو ختم نبوت کا

اشارہ فرمادیا۔ تمہیں ضرور اس کے ساتھ ایمان لانا ہوگا۔ یعنی لام بھی تاکید کا۔ ہر حال میں اس کی امداد کرنا پڑے گی۔ یہاں وہی تاکید ہے۔ اب دیکھیے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔ اور اس کا کلام حکمت کے خلاف بھی نہیں ہوتا۔ "تو یہ فرمایا کہ تم ایمان بھی لاؤ گے اور امداد بھی کرو گے "اگر پیغمبر فوت ہو چکے ہیں تو کلام ایزدی معاذ اللہ صادق نہیں آتا۔ اور علیم و حکیم کی حکمت کے خلاف بنتا ہے۔ لہذا یقین کر لینا چاہیے کہ تمام پیغمبر زندہ ہیں اور امداد بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیت المقدس میں امداد کی۔

آگے فرمایا" أَأَقْرَرْتُمْ "(کیا تم نے اقرار کیا) وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكَ إِصْرِي "اور اس پر تم نے میرا عہد پکڑا۔ معلوم ہوتا ہے۔ بہت مہتم بالشان وعدہ ہے جو اتنی تاکیدات سے لیا گیا۔ لیکن ابھی تک معاملہ ختم نہیں ہوا۔ قَالُوا أَقْرَرْنَا "انہوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ قال فاشہدوا۔ الخ تو فرمایا تم بھی گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اور جو اس کے اس وعدہ سے پھر گیا وہ فاسق لوگوں سے ہو گیا۔

بھائیو! اس مضبوط اور پختہ عہد سے خاص تاکیدوں کے ساتھ اور اقرار کرانے کے ساتھ وعدہ لینے سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب بہت پیارا ہے اور اس کا محبوب ﷺ بڑی شان و عظمت کا مالک ہے۔

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم

میں نے عرض کیا کہ جو معجزات پیغمبروں کو حاصل ہوئے وہ تمام نہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئے بلکہ آپ ﷺ کو مزید آگے بڑھنے کی بھی طاقت ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریائے نیل کو پایاب کیا تو حضرت کی امت سے تونسوی غریب نواز (محمد سلیمانؒ) نے دریا سندھ کو پایاب کیا۔ یہ واقعہ ایک شخص خان ملک کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس نے حضور غریب نواز تونسویؒ کو پندرہ سال وضو کرایا۔ اس کے شاگرد محمد صدیق شاہ نے اسی طرح بیان کیا کہ خان ملک نے کہا: مجھے ایک خیال تو آتا ہے کہ پیر پٹھان تونسوی غریب نواز فقیر تھا اور ایک خیال آتا ہے فقیر نہیں تھا۔ "فقیر تھا" تو اس لئے کہ دریائے سندھ ساون کے مہینہ میں اس طرح پایاب کیا کہ گھٹنوں تک پانی تمام

ساتھیوں کو آیا۔ کیونکہ اس وقت دریا کی سیلابی اور پانی کے زور و شور کو دیکھ کر عقل باور نہ کرتی تھی کہ اس سے گزرنا ممکن ہو گا۔ لیکن جب آپ نے قدم مبارک دریا میں رکھا۔ تو بالکل امن دامان سے تمام کا تمام دریا سب ساتھی عبور کر گئے۔ کچھ بھی نقصان نہ ہوا۔ نہ کسی کو تکلیف محسوس ہوئی اور نہ ہی گھٹنوں سے اوپر پانی کسی کو محسوس ہوا۔

"اور فقیر نہ تھا" اس لئے کہ میں ایک بار وضو کرا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا مانگ جو کچھ مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "نحو و صرف کا امام ہو جاؤں۔ آپ نے دوبارہ فرمایا مانگ لے جو بھی مانگتا ہے۔ میں نے دوسری بار بھی یہی عرض کیا۔ پھر تیسری بار بھی یہی کہا تو آپ نے فرمایا نحو و صرف کا امام تو ہو جائے گا لیکن بے دین ہو کر مرے گا۔ اس صورت میں بھی دونوں صورتوں میں سے یہ کہ امام ہو جائے گا یہ صادق ہے کہ میں نحو و صرف کا امام بن چکا ہوں (چنانچہ یہ قانونچہ کھوالی کا مصنف بھی ہے) لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہو گیا تو بے دین کیسے ہوا۔ اپنے آپ کو مرزئی بنا کر تعجب کی صورت میں کہا : اب تو میں ایمان پر آیا ہوں۔ معاذ اللہ۔

(مؤلف قانونچہ کھوالی کا انجام (مولانا نور الحسن)

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از راہبر کامل

تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ بھوکا ننگا تھا۔ طلبا کو کہتا تھا کہ گدا کر کے لاؤ۔ چنانچہ طلباء روٹی گدا کر کے لاتے تھے۔ جس پر اس کا گزارہ ہوتا۔ اعوذ باللہ من غضبه وغضب رسوله وغضب اولياء امته۔

پیر پٹھان کا دریائے سندھ کو پایاب کرنا بہت سے لوگ کہتے ہیں اور مردے کا زندہ کرنے کا ثبوت سنئے :

ملک خدا بخش ٹوانہ گجرات میں جج تھا۔ اسے ایک پھوڑا نکلا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ نہایت ہی خطرناک پھوڑا ہے۔ اس کا اپریشن کیا جائے گا۔ اپریشن کرنے کیلئے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔ ملک خدا بخش کے پاس مولوی محمد امین چکوڑی شریف والے تشریف لے گئے۔ اس وقت ملک صاحب اپنی کوٹھی میں تھا۔ تمام ماجرا بیان کیا کہ بہت تکلیف میں ہوں۔ ڈاکٹر نے اپریشن کا کہا ہے۔ اور کل کا وعدہ کیا ہے۔ مولوی صاحب نے پوچھا پھوڑا کس جگہ ہے۔ یہ کہہ کر کپڑے سے اوپر ہی پھوڑے پر ہاتھ رکھا اور کہا پھوڑا تو یہاں کوئی نہیں۔ صرف ہاتھ پھیر کر

تشریف لے گئے۔ ملک صاحب کہتے ہیں۔ میں نے ان کے جانے کے بعد کوئی درد محسوس نہ کیا۔ اسی وقت پاؤں کو حرکت دینے کیلئے نہایت آہستہ آہستہ ہلایا۔ کیونکہ پہلے تو پاؤں اپنی ہی جگہ پر تھا۔ اور از حد تکلیف ودرد تھا۔ لیکن جب درد محسوس نہ ہوا تو پاؤں کو اکٹھا کرنا چاہا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے تمام پاؤں کو جب میں نے اکٹھا کر لیا تو پھر پھوڑا پر ہاتھ لگایا تو نہ درد تھا نہ تکلیف اور نہ ہی پھوڑا تو مجھے خیال آیا کہ میں غنودگی میں ہوں یا بیداری میں۔ یہ تکلیف کیسے رفع ہو گئی۔ بالآخر یقین ہو گیا۔ مولوی صاحب نے شفاء کا ہاتھ پھیر کر کرم کیا ہے۔ اٹھ بیٹھا۔ دوسرے روز صبح آٹھ بجے انگریز ڈاکٹر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نشتر و دیگر جراحی سامان وغیرہ لے کر آیا تو مجھے کرسی پر دیکھ کر کہنے لگا۔ ملک صاحب کیوں اپنے آپ پر ظلم کرتے ہو۔ میں نے اس طرح بیٹھنے کو منع کیا ہے۔ کیونکہ تکلیف زیادہ ہونے کا خطرہ ہے۔ پھر آپ اتنی تکلیف کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے کہا کوئی پھوڑا وغیرہ نہیں۔ انگریز ڈاکٹر نے کہا تو اپریشن سے گھبرا گیا ہے۔ ہم تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔ میں نے کہا جب پھوڑا نہیں تو اپریشن کیسا۔ اس طرح کی دو چار باتوں کے بعد انگریز ڈاکٹر نے کہا مجھے دکھاؤ۔ میں نے دکھایا تو حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ یہ کیا ہے کل اتنا بڑا پھوڑا تھا۔ سچ کہو کیا ہوا۔ میں نے جواب دیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میرے پیر بھائی ایک مولوی صاحب نے ہاتھ پھیرا ہے اور تکلیف کا نام و نشان تک نہیں رہا۔ بے ساختہ اس انگریز کے منہ سے نکلا۔ یسوع مسیح بھی اسی طرح کرتا تھا۔ میں نے فوراً کہا کہ یسوع مسیح کرتا تھا تو ہمارے نبی پاک ﷺ کے امتی نے یہ ابھی ابھی کر کے دکھایا ہے۔

؎ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بھائیو! یہ تمام معجزات حضور ﷺ کو حاصل ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی ذات بابرکات تک محدود نہیں بلکہ اپنے امتیوں کو بھی بطور کرامت آپ نے بخش دیئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل)

(میری امت کے اولیا علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں)

(کنزالعمال ۵ / ۳۵۴ تذکرہ ۲۸۱ اسرار ۲۳۲ شفاء ۲ / ۸۳)

بعض لوگ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کس طرح امتی کو ایسے معجزات اور کرامتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن سوچنا چاہیے۔ جب ہمارے سامنے ایسے واقعات ہوں اور

مذکورہ حدیث پاک بھی سامنے ہو تو انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اور سنئے حضور تونسوی کی کرامت:

آپ کے پاس ایک ہندو اکثر حاضری دیتا رہتا تھا۔ آخر ایک ایسا وقت آیا کہ کئی دن تک برابر نہ آیا۔ جب عرصہ گزرنے کے بعد حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "بھین دیا کتاں ہن تائیں کتھے ریہاہیں" اس نے عرض کی غریب نواز وزیرے (پٹھانوں کا ایک قبیلہ) آئے تھے اور میری عورت کو لے گئے۔ بہت تلاش کیا ہے۔ کوشش از حد کر چکا ہوں۔ اب تک نہیں ملی۔ اب ناامید ومایوس ہو کر حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا "بھین دے کتاں میڈے بلے نوں گھن جانداایہ دلادیندا" ہندو نے کہا غریب نواز اب بھی بلا موجود ہے۔ کرم فرمائیں۔ آپ کے فرمان کے مطابق ہندو نے بلے کو اٹھایا اور گھر لے جا کر حلوہ سے خوب سیر کیا۔ بلے نے حلوہ کھا کر باہر چھلانگ لگائی۔ کچھ دیر بعد اندر آیا تو اس کے پیچھے ہندوانی (ہندو کی عورت) ڈنڈا لے کر دوڑتی ہوئی داخل ہوئی۔ ہندو کی عورت نے حیرانگی کے عالم میں پوچھا کیا تجھے بھی انہوں نے پکڑا۔ ہندو بولا میں تو اپنے گھر میں ہوں ہندوانی نے کہا۔ مجھے تو وزیرے لے گئے تھے۔ وہاں لے جا کر فروخت کر دیا تھا۔ وہاں میں ایک وزیرے کی نوکرانی تھی۔ اس کا بستر بچھا رہی تھی تو یہ بلا اچانک اندر داخل ہوا۔ سرہانے کی طرف سے بستر خراب کر دیا۔ جب میں درست کرنے کو اس طرف گئی تو دوسری طرف سے خراب کر دیا۔ دو تین بار یہ خراب کرتا رہا۔ میں درست کرتی رہی بالآخر (ڈنڈا) اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑی ہوں۔ جب دروازہ سے باہر نکلی ہوں تو یہاں موجود پایا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ کرامت امام الاولیاء اور بہت بڑے مرتبہ والے ولی اللہ کی ہے۔ ان لوگوں پر شاق گزرے گی جو منکر قرآن ہیں۔ لیکن جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے وہ یقیناً تسلیم کر لیں گے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کا واقعہ کرامت ہے۔ جو بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں اٹھا لایا تھا۔ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

"قَالَ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ۔ وَاِنِّيْ

عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ۔قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ۔ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ۔ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَ اَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ۔وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ۔ (النمل: ۳۸۔۴۰)

(اس نے کہا سردار! تم میں سے کوئی ہے کہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئے۔ جنات میں سے ایک نہایت طاقت ور جن نے کہا میں اسے تیرے پاس لا دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور میں اس پر قوی (اور) امانت دار ہوں اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا میں تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے وہ تجھ کو لا دیتا ہوں۔ پھر جب اس (سلیمان) نے اس تخت کو اپنے پاس دھرا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں کہ ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے بھلے کو اور جو ناشکری کرتا ہے سو میرا رب بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے)

تم میں سے کون بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا۔ تو ایک بہت بڑے جن نے کہا میں آپ کی مجلس برخاست کرنے سے پہلے پہلے لاتا ہوں (لیکن) جس کے پاس لوح۔ محفوظ) کا علم تھا۔ اس نے کہا تیری آنکھ کی پلک جھپک سے پہلے لاتا ہوں) چنانچہ فوراً ہی تخت موجود ہو گیا۔)

بھائیو! آنکھ کی جھپک سے پہلے تخت کا آنا "کُنْ فَیَکُوْن" نہیں تو اور کیا ہے۔ اب سوچئے حضرت سلیمان علیہ السلام جو محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہیں ان کا امتی ایک بہت بڑے تخت کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں لا سکتا ہے اور سب کا اس پر ایمان بھی ہے تو کیا افضل الرسل ﷺ کے امتی کا یلا کرامت کیوں نہیں دکھا سکتا۔ اور پھر جن کے متعلق فرمان نبوی ﷺ ہے:

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل)
(میری امت کے اولیا علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں)
(کنز العمال ۵/ ۵۳ ۴ تذکرہ ۲۸۱ اسرار ۲۴۲ شفاء ۲/ ۸۳)

تو ایسے علماء پر ایمان لانا اور ان کی کرامتوں کو ماننا کس طرح ناممکن ہو گا۔ اب سوچو

جس امت کی یہ شان ہے اس امت والے کی شان اور مرتبہ کتنا ہوگا۔ جب ہمارے عقل وادراک ہی آپ کے مرتبہ کو سمجھنے کی رسائی نہیں رکھتے تو کہنا پڑتا ہے۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دعا کرو۔ حضور ﷺ کی توجہ مبارک ہم گنہگاروں کو نصیب رہے۔

"اللھم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک فی قبضتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضا ئک اسئالک بکل اسم ھولک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احد من خلقک اواستاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی وغمی ماقالہ عبد اصابہ ھم او حزن الا اذھب اللہ ھمہ وابدل مکان حزنہ فرحاوصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علی سیدنا محمد رسولک الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وسلم

(۱۰۔ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ جمعرات بعد از نماز عشاء بمقام جامع مسجد سیال شریف)

خطاب در شان سیدنا صدیق اکبرؓ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا (الفتح: ۲۹)

(محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت (اور) آپس میں نہایت رحم والے ہیں (اے دیکھنے والے!) تو ان کو رکوع کرتے اور سجدہ کرتے دیکھے گا اللہ کا فضل اور اس کی خوشی طلب کرتے)

حضرات! اسلام میں ظاہری طور پر دو دور آئے ہیں۔ پہلا وہ دور عبادت جس میں جہاد شامل نہیں۔ دوسرے وہ دور عبادت جس میں جہادی سبیل بھی شامل ہے۔

پہلے دور عبادت کے متعلق فرمایا "واسجدو اقترب" قرب الٰہی بھی ایک فیضان فرمایا گیا۔ باری تعالیٰ کو سجدہ کرنا۔ خشوع خضوع سے اور اس کا قرب حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ قرب الٰہی کے متعلق بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

بندہ نفلی عبادت کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔

۱۔ (اربعین نووی)

۲۔ مشکوۃ المصابیح باب ذکر اللہ عزوجل۔ الفصل الاول

۳۔ اتحاف ا: ۲۰۲'۹: ۲۱۰)

الحاصل حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ کا یہ نتیجہ ہے۔ یہی اس کا اثر ہے۔ جو اللہ کے بندہ میں اوصاف الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس عبادت کا انتہائی مرتبہ غار ثور مقدس تک ختم ہوا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن دو مقدس ہستیوں کو تاج قرب اس مرتبہ نصیب فرمایا گیا۔ اس کے بعد کوئی اور مرتبہ ذہن میں نہیں آسکتا۔ یہی دو مقدس ہستیاں یعنی شہنشاہ دو عالم ﷺ اور آپ کے وزیر اعلیٰ صدیق اکبرؓ ہی اس مرتبہ سے فیض یاب ہوئے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسی مقدس ہستی نے اپنی تمام عمر کی عبادت کو معیت نبوی ﷺ میں غار ثور کی عبادت کے بدلے دینے کی تمنا کی۔ کیونکہ انہیں یقین تھا یہ عبادت وہ نعمت عظمیٰ ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ بہر حال کہنا پڑتا ہے کہ اس دور عبادت میں ان دو مقدس ہستیوں کے مراتب کے مقابل کسی کا مرتبہ نہیں۔

دوسرا دور عبادت دیکھئے۔ جس میں جہاد شامل ہے۔ تو اس دور عبادت میں دوسرے مسلمان بھی شامل ہیں۔ کیونکہ جب تک جہاد کا حکم پیش نہیں آیا تھا۔ علی الاعلان نمازیں پڑھنا' ظاہری طور پر احکام شریعت بجالانا مشکل تھا۔ اس لئے پوشیدہ طور پر نماز پڑھی جاتی تھی لیکن جہاد کے حکم نے وہ پابندیاں اٹھادیں اور نہ صرف چند کلمہ گو بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس عبادت میں شامل ہوئے۔ محبوب کبریا ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد پہلا پہلا جہاد جس میں صدیق اکبرؓ نے قدم اٹھایا۔ مسلمانوں کے مراتب کو چمکا دینے والا تھا۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا کہ صدیق اکبرؓ کی خلافت پر تمام صحابہؓ کو اتفاق عشا۔ انہوں نے اجماعی طور پر آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور آپ نے اسلام کے مخالفین کی سرکوبی کیلئے مکمل طور پر جہاد فرمایا۔ صدیق اکبرؓ تمام صحابہ کرامؓ سے جری' دلیر' اسلامی سیاست کے جاننے والے۔ کٹھن معاملہ میں حلیم' حوصلہ سے کام لینے والے' بہت ہی مدبر اور بڑی کامرانی سے امور خلافت کو سر انجام دینے والے تھے۔ اور کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے خوشخبری دی کہ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (اللیل: ۷) تو ہر ہر مشکل مرحلہ ان کیلئے آسان اور سہل ترین ہو تا گیا۔

ان کی کرامت۔ علو شان۔ علو مرتبت کا کمال یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مقابلہ میں کامیاب رہے۔ جب حضرت اسامہ ابن زیدؓ کو سپہ سالار بنایا اور مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا تو حضرت عمرؓ و بعض دیگر صحابہ کرام نے بھی کسی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض کیا۔ آپ اس وقت انہیں نہ بھیجیں لیکن آپ نے فرمایا جسے حضور ﷺ نے سپہ سالاری بخشی ہے میں اسے کس طرح ہٹا سکتا ہوں۔ پھر جب دوبارہ عرض کیا گیا کہ طرح طرح کے دشمن اطراف سے سر اٹھا رہے ہیں۔ اتنا بھاری لشکر مدینہ منورہ سے چلا جائے گا تو انہیں حملہ کا موقع مل جائے گا۔ فرمایا یہ لشکر تو میں ضرور بھیجوں گا اگرچہ مجھے بھی کیوں نہ دشمن اُچک لے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۶۳)

بلکہ بالآخر خود ہی پا بر کاب ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دوڑ کر تشریف لے گئے اور عذر پیش کیا ہم نے تو محض مصلحت کی صورت میں یہ مشورہ دیا تھا۔ آپ ناراض ہو گئے ہو۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ تشریف لے گئے۔ بعد میں حضرت خالد بن ولید کو بھی بھیجا گیا۔ ان صاحبان نے مسیلمہ کو قتل کیا۔

(مدارج النبوۃ اردو ترجمہ ۱: ۴۸۰)

اس سے ثابت ہوا کہ خلافت کا پہلا جہاد ہی جھوٹی نبوت کے مدعی کے ساتھ تھا جس نے یہ سمجھا کہ خاتم النبیین محبوب کبریا ﷺ کی ذات بابرکات کے بعد نبی ہو سکتا ہے۔ اس نے قرآن پاک کو آخری کتاب نہ مانا۔ شریعت مطہرہ کو ناسخ یقین نہ کیا۔

اسی طرح اسود عنسی کذاب کو تہ تیغ کیا گیا۔ بہر حال کذاب ودجال ختم نبوت کے منکرین کے ساتھ جہاد کرنا اسلام کا جہاد اولین ہے۔ تمام انبیاء ورسل سے بالاتر تمام قدسیوں سے بالاتر۔ سب مقربین سے زیادہ اقرب مرتبہ محبوب کبریا ﷺ کا ہے اور نبی ورسول کی ذات کے بعد مرتبہ صدیق کا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی ذات تک رسائی کا پہلا مرتبہ نبوت ورسالت اور دوسرا مرتبہ صدیقیت ہے۔ اور اس دوسرے مرتبہ کے مالک صدیق اکبرؓ ہیں۔

اے برتر از خیال وقیاس وگمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

وصف صدیقت کیا ہے مرتبہ معیت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:

"اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ: ۴۰)

(جس وقت وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)

معیت فی الغار انتہائی مرتبہ قرب ہے اور خاصہ صدیق ہے۔ یہ معیت یہاں ختم نہیں بلکہ گھر میں معیت ہے۔ سفر میں معیت ہے۔ غار میں معیت ہے مزار میں بھی وہی معیت۔ مزار پر انور میں اس طرح قرب ہے کہ حضور ﷺ کے سینہ مبارک کے برابر صدیق اکبرؓ کی آنکھیں مبارک ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں ستر (۷۰) ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو حاضری دیتے ہیں۔ اور یہ حاضری قیامت تک جاری رہے گی کہ جو ایک بار آئے اسے دوبارہ باری نہیں ملے گی۔ اور جو ابھی حاضر نہیں ہوئے وہ باری کے منتظر اور متمنی ہیں کہ قیامت سے پہلے پہلے کب یہ سعادت نصیب ہو (خلاصۃ الوفا ص: ۲۰۲)

پھر نہ صرف فرشتوں کی حاضری بلکہ صلوٰۃ وسلام کی بارشیں وہاں ہو رہی ہیں۔ کاملین اولیائے کرام کی طرف سے صلوٰۃ وسلام۔ اغواث اقطاب اوتاد علیھم الرحمۃ والرضوان کی طرف سے صلوٰۃ وسلام لاتعداد مسلمان دنیا کے ہر گوشے اور قریب وبعید سب جگہوں سے صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔ رات دن صبح وشام ہر قسم کے مراتب والوں کی طرف سے ہر وقت۔ ہر لحظہ۔ ہر گھڑی نہایت تواضع وانکساری سے پیش ہو رہے ہیں۔ میں نے قصیدہ مضریہ کا صلوٰۃ وسلام پڑھا ہے وہ بے شمار ہے۔ عقل اندازہ کرنے سے عاجز ہے۔ تو اب بتایئے مرتبہ عالی شان کا بیان کون کر سکتا ہے۔

یاد رکھو! جس طرح صدیق اکبرؓ پہلے غار میں تشریف لے گئے اسے ہر گز ند دینے والی چیز سے صاف کیا۔ بعد میں محبوب کبریاء ﷺ جلوہ گر ہوئے۔ اسی طرح جس کے دل میں صدیق اکبرؓ کی محبت مرکوز ہو گی وہاں محبوب کبریا ﷺ کی محبت جو عین ایمان ہے آئے گی۔ حضور ﷺ کی محبت حاصل کرنے کیلئے دل کو اس محبت سے منور اور معمور کرنے کیلئے پہلے صدیق اکبرؓ کی محبت کا پایا جانا شرط ہے۔ اگر محبت صدیق نہیں تو محبت رسول اللہ ﷺ نہیں آسکتی۔ اور جو دل محبت رسول اللہ ﷺ سے محروم ہے وہ ایمان سے خالی ہے۔

میرے خیال میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فرمان کہ ہمیں "خلافت علی منھاج النبوۃ" نصیب رہی یہ ثابت کرتا ہے کہ صدیق اکبرؓ نبی کریم ﷺ کے ہر عمل میں

مطابق ہیں۔ نیز (جان لیو پورٹ) کا بھی یہ قول ہے کہ "حضرت صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جو قدم بھی اٹھایا وہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے محبوب کبریاء ﷺ سے پوچھتے تھے اور متامل ہوتے کہ آپ ﷺ بھی میرے اس قدم اٹھانے پر راضی ہیں یا نہیں۔ رضامندی کا یقین ہوتا تو تب قدم اٹھاتے۔" والحسن ما شهدت به الاعداء"

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِک وَسَلِّمْ

اہل سنت کی کتابوں میں بھی آتا ہے اور اہل التشیع کی کتابوں میں بھی یہ روایت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محبوب اکرم ﷺ سے فرمایا "میں صدیق سے راضی ہوں اور جب تک صدیق راضی نہ ہوا اتنے تک بہشت میں کسی کو نہ بھیجوں گا۔ اور جب محبوب کبریا ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے یہ فرمایا تو پوچھا۔ "فهل هو عني راض" (کیا وہ مجھ سے راضی ہے) فرمایا: ہاں تو پھر پوچھا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں تیرا نام لیا ہے۔ تو صدیق اکبرؓ پر وجد طاری ہو گیا۔ جب تسکین ہوئی تو عرض کیا میں راضی ہوں۔ راضی ہوں۔

بھائیو! صدیق اکبر کے اس مرتبہ سے فائدہ بھی ہے کہ ایک امتی بھی جہنم میں رہ گیا تو اسے معافی دلوا کر راضی ہوں گے۔ جب ان کی تمام عمر کا طرز عمل اور شعار ہی رضاء محبوب ہے اور حضور ﷺ کی امت آپ کو پیاری ہے تو کیوں نہ بخشوائیں گے۔ صدیق اکبرؓ کی ذات بابرکات کی تعریف ہم جتنی بھی کریں وہ کم ہے۔

دیکھو ایک قبرستان میں گناہ گار مدفون تھے اور قبرستان عذاب میں آ چکا تھا۔ صدیق اکبرؓ نے حجامت بنوائی۔ آپ کی حجامت سے ایک بال اڑتا ہوا اس قبرستان میں گیا تو تمام کا تمام قبرستان بخش دیا گیا۔ اس لئے ہم تو کہتے ہیں " یاشفیق یا رفیق نجنی من کل ضیق بتربة ابی بکر الصدیقؓ " بھی کہو! "رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وارضاه عنا" بعض لوگ ابھی تک ان خیالات میں ہیں کہ آپ کی خلافت کا کیا ثبوت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی خلافت کا ثبوت خود صدیق اکبرؓ کی ذات بابرکات ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت نہیں ہے۔ جو صدیق اکبرؓ کے ساتھ ایمان نہیں لاتا۔ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کے علو مرتبہ کو بیان فرمایا ہے اور معیت کو بھی

بیان فرمایا ہے۔ اس کا منکر منکر اللہ ہے۔ اس قوم کے عقائد باطلہ دیکھو تو ان کے کفر میں تامل نہ ہوگا۔ اس قوم کے فلسفہ الٰہیات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پیاز کی طرح ہے۔ جو اوپر سے "بھوکوں" کی مانند غیر مضبوط اور نیچے سے گنڈھے کی طرح ٹھوس اور گول۔ (معاذ اللہ) اور نہ ہی اس قوم کا قرآن مجید پر ایمان ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے پہلے جامع صدیق اکبرؓ پھر عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تکمل جمع کیا گیا۔ جب صدیق اکبرؓ پر ایمان نہ ہوا تو قرآن مجید پر کس طرح یہ لوگ اپنا ایمان ثابت کر سکتے ہیں؟ اسی طرح جبرائیل پر بھی ایمان نہیں۔ کہتے ہیں۔

جبرئیل امیں آمد زپس از خالق بے چوں — در پیش محمد شد مقصود علی بود

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ان کا ایمان نہیں ہے۔ اب اندازہ لگاؤ اس کا نام ایمان ہے جو یہ قوم لئے پھرتی ہے۔ ان کو مومن کہنا کس عقل مند اور کس ایمان دار کو زیبا ہے؟

حضرت علیؓ فرمائیں "ھما حبیبایانی" وہ دونوں میرے دوست میرے بھائی ہیں۔ محبوب ہیں۔ نیز خطبات علیؓ دیکھو تو حضرت صدیق اکبرؓ کے ہی مناقب پاک ہیں۔ عمر فاروقؓ کی مدح وغیرہ۔ دور خلفاء ختم ہوا تو ان لوگوں نے طرح طرح کے اکاذیب اور افتراء گھڑ لئے اور امام عالی مقامؓ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور نبوت کے یاروں کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کیلئے طرح طرح کی مکاریاں ان لوگوں نے اختیار کر لی ہیں۔

بھائیو! اب دیکھنا یہ ہے کہ قرب قیامت ہے۔ شیطان ہر طرح کے گناہ کراتا ہے۔ سب سے پہلے اس نے حسد کرایا۔ جو قابیل کے دل میں ڈالا۔ ہابیل کو شہید کرا دیا اسی طرح یہ زنا کراتا ہے۔ ہر قسم کی برائیاں ڈکیتیاں محض ایمان سلب کرنے کیلئے کراتا ہے لیکن اس کا سب سے بڑا حملہ اور مضبوط حربہ ایک ہائیڈروجن بم سمجھو یہ ہے کہ سب سے پہلے محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سلب کرانے کی کوششوں میں ہے۔ کیونکہ یہ محبت نہیں تو ایمان نہیں ہے۔ اور دوسرا حربہ صحابہ کرامؓ کے متعلق دلوں میں غیض و غضب۔ حسد کینہ اور بغض وغیرہ ڈالتا ہے۔ حالانکہ غیض و غضب رکھنے والوں کیلئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران: ۱۱۹)

(تو کہہ کہ اپنے غصے میں مر جاؤ بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے)

نیز فرمایا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء: ۱۱۵)

(یعنی ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی کرتا ہے اور مومنین کے راستہ کے سوا چلتا ہے تو اسے ہم مہلت دیتے ہیں اور آخرت میں اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اور یہ برا ٹھکانہ ہے)

سب سے پہلے صدیق اکبرؓ نے بہشت کا دروازہ کھولنا ہے۔ اس میں وہی داخل ہوں گے جن کے دل میں محبت صدیق اکبرؓ ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوثر تقسیم کرتے وقت صدیق اکبرؓ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان میں ہیں۔ دو زمین میں۔ آسمان پر جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب مناقب ابی بکر و عمر۔ الفصل الثانی)

زمین پر ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ۔ نیز جن کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ابوبکر میری چشم مبارک ہے۔

تو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشم مبارک کے متعلق گستاخانہ الفاظ کہے وہ کس طرح اپنے آپ کو مومن کہلا سکتا ہے۔ ہمارے والدین اس غبار پر قربان ہوں۔ جہاں صدیق اکبرؓ کے جوڑے پاک لگے اللہ تعالیٰ خلفاء راشدین کے طفیل اعداء اسلام کی تذلیل کرے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے عزت و نصرت اور کامیابی بخشے۔ آمین۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(۱۳۸۸ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عرس کے موقعہ پر خطاب)

مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کیلئے

قوم کے نام پیغام

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ۔وَنَشْھَدُاَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ آلِہٖ وسَلِمْ۔بَلَّغَ الرِّسَالَۃَوَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّابَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

مملکت خداداد پاکستان حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں کی روح فرسا قربانیاں اور ناقابل برداشت مصائب و آلام ایک بہت بڑی بھاری قیمت ہے۔ جس کی نظیر کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے تاریخ میں ملنا ناممکن ہے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر گراں قیمت پیش کرنے کیلئے مسلمانوں کے دلوں میں کون سا جذبہ کارفرما تھا کہ جس کی وجہ سے گوشہ نشین لوگ زاویہ مسجد اور اپنے عبادت خانوں اور حجروں سے نکل کے اور دنیائے مصائب میں کود کر اپنی سعادت نور' اطمینان قلب اور یقین کی اس راہ پر چل دیے پولیس کے انتہائی جبر و تشدد اور جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رہنا بطیب خاطر منظور کرلیا۔ اور بے گناہ مرد و عورت اور معصوم بچوں اور بچیوں نے پاکستان کے راستہ کو اپنے مقدس خون سے رنگین بنایا!۔ تو بے ساختہ ہر ایک منہ سے یہی نکلے گا کہ شریعت اسلامیہ کے مقدس قوانین کا نفاذ ان کے مدنظر تھا۔ اور فقط اسی مقدس جذبہ کے ماتحت ان لوگوں نے دنیا بھر کی مصیبتوں کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دیتے ہوئے جذبہ اسلام سے سرشار ہو کر یہ اقدام کیا۔ لیکن آج بفضلہ تعالیٰ جبکہ پاکستان بن چکا ہے۔ تو اس میں پاکستان کے بنانے کی غرض و غایت اور مقصد اصلی یعنی شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہماری خونچکاں اور منتظر آنکھوں نے

او تعجل کیوں ہے۔ اور ہمارے مجروح دلوں کو اس مرہم سے کیوں محروم رکھا جارہا ہے۔ حکومت کے ارباب حل وعقد کا اولین فرض تھا کہ وہ پاک لوگوں کی امانت پہلی فرصت میں ادا کر دیتے۔ کیونکہ ارکان حکومت اس بات سے ناواقف نہ تھے کہ قانون خداوندی کے نفاذ میں تعویق و تاخیر مسلمانوں کے جذبات کے خون کی ذمہ دار ہو گی۔ اور ان کے اضطراب کا موجب ہو گی حکومت کے متعلق بدظنی پیدا ہونا اس قسم کی بلاوجہ تاخیر کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسلامی قانون مکمل ناقابل تنسیخ وترمیم حالت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ جیسا کہ قائداعظم مرحوم سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ کب تک پاکستان کا آئین مرتب کرلیں گے تو آپ نے پرجوش الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے ہمارا قانون مرتب ہو چکا ہے۔ ہم کون ہیں جو آج اس کو مرتب کریں۔ وقتاً فوقتاً جس شخص نے بھی قائداعظمؒ سے قانون نافذ کرنے کے متعلق استصواب کیا تو آپ نے ہمیشہ یہی جواب دیا۔ فقیر کی طرف سے بھی آپ نے ایک گرامی نامہ میں اپنے مخصوص جذبہ ملی کے ساتھ پرزور الفاظ میں تصریح فرمائی کہ اس اسلامی ملک میں اسلامی قانون کے بغیر اور کوئی قانون نافذ نہیں کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کی نگاہیں پاکستان کی طرف بے تابی سے لگ گئیں اور حکومت کے ارباب بست وکشاد پاکستان بن جانے کے بعد حسبِ اسلامی آئین کے نفاذ کا اعلان کر دیتے تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ پاکستان میں مختلف پارٹیوں اور جماعتوں کی تشکیل رونما ہوتی۔ نہ ہی پاکستان کا خطرناک دشمن یعنی ہندو کوئی پروپیگنڈا کرنے میں کامیاب ہوتا۔ لیکن میں قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ اب بھی وقت گزر نہیں گیا۔ ارکان حکومت کا شکوہ کرنے میں اپنا قیمتی وقت برباد نہ کریں بلکہ آنے والے انتخابات میں موزوں اور دنیوی ترغیبات سے بلند تر ہو کر ایسے لوگوں کو اسمبلی میں پہنچانے کی کوشش کریں۔ جو لوگ اسلامی قانون کی واقفیت رکھتے ہوں۔ اور جن لوگوں کی دیانتداری اور مذہبی واقفیت کے متعلق آپ کو یقین ہو اور جن کی پختہ کاری اور صلاحیت پر آپ کو مکمل اعتماد ہو۔ اگرچہ ایسے لوگ ہر حالت میں گوشہ مسجد اور ایک سادہ چٹائی کو اسمبلی کی کرسیوں پر ترجیح دیں گے۔ اور ایسے لوگ کسی دنیوی وجاہت یا حب منفعت کو طبعاً مکروہ سمجھتے ہوئے اس چیز کو اختیار کریں گے لیکن پاکستان کو پاکستان بنانے کی غرض سے اور دشمن کے خطرناک اور مہلک منصوبوں کو ناکام بنانے کی غرض سے اسمبلی میں پہنچنے کو فقط جہاد فی سبیل اللہ یقین کرتے ہوئے مسلمانوں کی صحیح راہنمائی صرف یہی

لوگ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہو جائے تو یہ لوگ دوبارہ اپنا تسبیح و مصلی سنبھال کر حکومت کی کرسیاں جاہ طلب حضرات کیلئے فارغ کر دیں گے۔ لیکن اس وقت جو لوگ اسلام اور اسلامیات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ سیاست اسلامیہ سے بالکل عاری ہیں اور جن لوگوں نے اپنی تمام عمر ایک غیر اسلامی تہذیب و تمدن اور غیر اسلامی آئین میں گزارنے کی وجہ سے اپنی صورت و سیرت بھی اسلامی نقطہ نگاہ سے بالکل مختلف بنا رکھی ہے۔ تو ایسے لوگ اسلامی قانون مسلمانوں کے لئے کیوں کر پیش کر سکتے ہیں۔ اب تو ضرور انہی لوگوں کو منتخب کیا جاوے جن لوگوں نے اپنی عمریں اسلام کیلئے وقف کی ہوئی ہیں۔ جن کی تربیت بھی اسلامی تمدن اور معاشرت کے دائرے میں ہوئی ہے۔ اور جو لوگ سیاست اسلامیہ اور قوانین شرعیہ میں واقفیت رکھتے ہیں۔ اب بجائے اس کے کہ آپ حکومت کے افراد کے متعلق بد ظنی میں الجھے رہیں آپ کا یہ فرض ہے کہ جب حکومت پاکستان نے آپ کو یہ موقع دیا ہے کہ اسلامی قانون نافذ کرنے کیلئے آپ واقف کار لوگ منتخب کریں تو اب ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے نہ کہ حکومت پر۔ اس وقت آپ لوگوں نے اگر شریعت اسلامیہ کے قانون سے ناواقف لوگوں کو منتخب کیا تو ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اسلامی قانون مرتب نہ کر سکیں گے۔ تو کل غیر اسلامی آئین نافذ ہونے کی صورت میں آپ کو کیونکر یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ حکومت پاکستان کا شکوہ کریں۔ بلکہ ازماست کہ برماست "کا رونا روئیں گے اور "اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست" کی رٹ لگائیں۔

اے مقدس قوم اس نازک ترین وقت میں ذاتیات اور باہمی عداوتوں اور پارٹی بازیوں اور دنیوی آلائشوں سے پہلو تہی کرتے ہوئے اسلامی آئین کے نفاذ کی فکر کرو کہ پاکستان کو ایک اسلامی ملک بن جانے کا فخر ہو سکے۔ فقیر اپنے اس بیان کے ضمن میں تمام مسلمانان پاکستان کی خدمت میں بالعموم اور متوسلین آستانہ اقدس سیال شریف کی خدمت میں بالخصوص نزاکت وقتی کو مد نظر رکھتے ہوئے التماس کرتا ہے کہ اس مقصد عظیم کو حاصل کرنے کیلئے فقیر کے ساتھ تعاون فرماویں۔ متوسلین آستانہ عالیہ سیال شریف سے خصوصیت کے ساتھ یہ قطعی توقع رکھتا ہوں کہ وہ تمام کے تمام میرے اس بیان کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ اور دنیوی کوئی ترغیب و تحریص ان کو اس مقدس فرض کی ادائیگی سے باز نہ رکھ سکے گی۔

کون نہیں جانتا کہ تحریک مسلم لیگ کہ جس کا مقصد پاکستان حاصل کرنا تھا اس کو چار چاند لگانے والی جماعت اور کشمیر میں بے جگری سے کودنے والی جماعت اور فقیر کے نعرہ الجہاد پر بیک زبان لبیک کہنے والی جماعت سیال شریف کے متوسلین کی جماعت ہی تھی۔ کیا اسی مبارک جماعت سے میں اس قدر توقع نہیں رکھ سکتا کہ جس پاکستان کو آپ کی مساعی جمیلہ نے بنایا اس کو صحیح معنی میں پاکستان بنانے کی غرض سے میدان میں اتر آویں یعنی شریعت اسلامیہ کو نافذ کرنے کی غرض سے موزوں انتخاب کریں۔ اور قوانین اسلامیہ جاننے والے افراد منتخب کریں۔

برادران اسلام! پاکستان کی بقاء وارتقاء صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر مبنی ہے۔ اور العیاذ باللہ اس کا زوال صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

رب العزت نے فرمایا:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (النور: ٦٣)

(پس اے لوگو جو رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف چلتے ہیں ان کو اس بات سے خوف میں رہنا چاہیے کہ یا تو انہیں کوئی زبردست فتنہ آدبوچے گا یا انہیں کوئی دردناک عذاب آپہنچے گا)

شریعت اسلامیہ کے خلاف قوانین کسی صورت میں بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ اور پہلی فرصت میں ایسے انسانی تخیلات کا ازالہ اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ یہ وقت نازک ترین وقت ہے۔ اس کی نزاکت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

روح اور جسم کا تعلق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" (البقرہ: ۲۰۸)

(اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نشانات قدم پر مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرات! اللہ تعالیٰ نے جسم اور روح پیدا فرمائے ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے سے تعلق ہے۔ عالم تکلیف میں ہر دو لازم و ملزوم قرار دیے ہیں۔ جسم ہو اور روح نہ ہو تو بیکار ہے۔ اور اگر صرف روح ہی روح ہے تو نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ روزے رکھ سکتا ہے نہ حج کر سکتا ہے نہ کوئی اور عبادت کر سکتا ہے۔ بہر حال دونوں کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ ایک کا ہونا دوسرے پر موقوف ہے اور دوسرے کا پہلے پر۔ جسمانیت و روحانیت دونوں میں بیماریوں کا آنا بھی متحقق ہے۔ روحانیت کی بیماریاں بھی ہیں اور جس طرح جسمانیت کی بیماریوں کیلئے ہسپتال موجود ہیں۔ آلات۔ ایکسرے وغیرہ اور کئی قسم کی ادویات ٹیکے وغیرہ جسمانی بیماریوں کے علاج کیلئے ہیں اسی طرح روحانیت کیلئے بھی اس کی بیماریوں کو دفع کرنے کیلئے ہسپتال موجود

ہیں۔ سب سے اعلیٰ ہسپتال مدینہ طیبہ ہے۔ محبوب دو عالم ﷺ تمام روحانی بیماریوں کو مٹانے کیلئے نیست و نابود کرنے کیلئے موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء : ۶۴)

(ترجمہ) یعنی اگر یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر کے اے محبوب ﷺ تیرے پاس آجائیں اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور ان کیلئے رسول پاک ﷺ بھی مغفرت طلب فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت مہربان پائیں گے۔)

ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہر شخص کی رسائی نہیں ہو سکتی تو مدینہ منورہ کے انوار جہاں جہاں چمک رہے ہیں وہاں حاضری دے دینا ہی اسی حاضری کے قائم مقام ہے۔ تونسہ شریف موجود ہے۔ اجمیر شریف ہے۔ بغداد شریف موجود ہے پاکپتن شریف ہے۔ سیال شریف ہے۔ علاوہ ازیں بے شمار مقامات ان انوار کے حامل موجود ہیں۔ اور اس ذات کے انوار کی چمک دوست دشمن سب دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حاضری میں نیت کا صاف ہونا شرط ہے۔ اگر نیت صاف نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔

انسان جسمانی امراض کیلئے تو طرح طرح کے ہسپتالوں میں دوڑ دھوپ کر رہا ہے علاج کرتا ہے۔ اخراجات برداشت کرتا ہے لیکن حیرانگی یہ ہے کہ جسم تو بمنزلہ قشر کے ہے۔ چھلکے کے ہے اور اگر مقصود بالذات یہی ہے تو پھر انسان سے بڑھ کر گوشت پوست میں اونٹ ہے۔ گھوڑا ہے۔ جسمانیت میں یہ زیادہ ہیں۔ ان کی ہڈیاں گوشت وغیرہ بہت زیادہ ہے۔ بھائیو! جسم بغیر روح کچھ نہیں۔ اگرچہ روح کو جسم سے نسبت ہے لیکن مقصود محض روحانیت کی اصلاح ہے۔ اولیا اللہ کی شان و مرتبہ روحانیت کی ترقی کے سبب ہے۔ جب روحانیت کا تعلق جسمانیت سے اتنا راسخ ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہونا منفصل ہونا ممکن ہے اور جسمانیت کیلئے تو انسان دوڑے۔ کوششیں کرکے امراض سے محفوظ ہو لیکن روحانیت تباہ ہو تو کوئی پرواہ نہ کرے ایسے انسان کی انسانیت پر افسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنی انسانیت سے کام نہیں لیا ہے۔ جن چیزوں سے صحت خراب ہو جائے بیماری لاحق ہو۔ حکیم اور ڈاکٹر لوگ وہ چیزیں چھڑا دیتے ہیں ان سے پرہیز کراتے ہیں لیکن ہم لوگ روحانیت کی تباہی دیکھ رہے ہیں۔ تھیٹر و سینما دیکھتے ہیں۔ شیطانی ماحول میں ایسے آدمی جا کر خوش ہوتے ہیں اور

روحانیت کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ انسانیت بے کار اور انسان لعنتی ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوچنا چاہیے کہ جو چیز وہ منہ سے نکالتا ہے ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ آج کل ایسی مشینیں موجود ہیں جن میں انسان کا سانس اور کھانسی تک ریکارڈ ہو جاتی ہے جس طرح یہ مشینیں سب کچھ کیچ کر لیتی ہیں اسی طرح یاد رکھو ہمارے ہاتھ پاؤں کان' آنکھیں بھی ریکارڈ کر رہے ہیں۔ اور ایک دن یہ سب کچھ ظاہر کر کے بتا دیں گے کہ ہم نے کون سے اعمال اختیار کیے۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ یٰس: ۶۵)

(آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کریں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس چیز کی گواہی دیں گے جو وہ دنیا میں کماتے تھے)

بھائیو! مقصود بالذات روحانیت ہے۔ اس کے حاصل کرنے کا آسان طریقہ عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ نیت کو ہر عمل کیلئے خالص بناؤ۔ مسجد میں آؤ تو اس نیت سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد کی طرف جانے والے کی ہر قدم پر ایک نیکی بڑھتی ہے اور ایک گناہ گرتا ہے۔

تو اس صورت میں تمہاری حالت سنور جائے گی۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت سنت کا خیال کریں تو جو ثواب اور اجر محبوب کبریا ﷺ نے فرمایا اس کے مستحق ہو گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من احیا سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شہید

(جس نے اس وقت میری سنت کو زندہ کیا جبکہ مردہ ہو چکی تو اس کے لئے سو شہید کا اجر ہو گا)

دوسری حدیث پاک ہے:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید

(جس نے میری سنت کو امت میں فساد کے وقت مضبوطی سے پکڑا اس کیلئے سو شہید کا ثواب ہے)

بھائیو! جو شخص اس نیت سے ڈاڑھی منڈواتا ہے کہ صاحب بہادر معلوم ہو تو یہ عقلمندی نہیں کیونکہ اس کے برعکس دیکھو تو بھنگی' ٹٹی خانے صاف کرنے والوں کی ڈاڑھی ان لوگوں سے زیادہ صاف کی ہوئی ہوتی ہے۔ جھاڑو دینے والے چوڑھے چمار بھی منڈواتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی ڈاڑھی منڈوانے سے صاحب بہادر ہرگز نہیں بن سکتا۔ اور اگر سنت نبی کریم ﷺ

سمجھ کر رکھیں تو میں مصلی پر کھڑے ہو کر کہتا ہوں کہ خدا کی قسم سو شہید کا ثواب ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے:

اذاجاء وقت الصلوٰۃ ووجد احدکم الخلاء فالیبداء بالخلاء

(جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی حاجت خلا پائے تو اسے چاہیے کہ پہلے خلاء سے فارغ ہو یعنی بیت الخلاء پہلے جائے)

ایک بار نماز کے موقع پر حاجت بیت الخلاء جانے کی ہوئی، خیال آیا اگر نماز پہلے اسی وضو سے پڑھ لوں تو بعد میں بیت الخلاء جاؤں تو دوبارہ وضو نہ کرنا پڑے گا لیکن حدیث پاک پر عمل کرنا لازمی سمجھتے ہوئے پہلے بیت الخلاء چلا گیا خدا کی قسم ہے ایک عقدہ میرے دل میں رہتا تھا۔ اسی وقت حل ہو گیا جس وقت حدیث پاک پر عمل کرے سنت کے موافق نیت صالح کے ساتھ کام کیا جائے تو روحانی پاکیزگی اور درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ شیطان طرح طرح کے دھوکے دیتا ہے لیکن جب کسی لذت والی چیز کا وعدہ شیطان کی طرف سے نظر آئے یا نفسانی خواہش کے ماتحت کوئی وقتی طور پر آرام وراحت خیال میں آئے یا اسی طرح کسی ظاہری اور وقتی صورت میں خوشی کا خیال جسمانیت کے ماتحت نظر آئے اور روحانیت کے خلاف ہو تو اس طرف سے دونوں آنکھیں بند کر کے کہو۔ خدایا تیرے عذاب وعقاب کا خوف ہے۔ تیری ناراضگی کا ڈر ہے۔ مجھے اس شیطانی وسوسہ سے محفوظ فرما۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو کر ابدی راحت کا مستحق بنادے گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں مصیبتوں سے بچائے۔ شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

رویت ہلال کے بارے میں وضاحت:

اس کے علاوہ میرے ایک دوست نے رمضان المبارک کے چاند اور عید کے متعلق پوچھا ہے۔ اس کا جواب بھی سن لو۔ ہمارے پاس جمعرات کو چاند دیکھنے کی خبریں بذریعہ ٹیلیفون پہنچ گئی تھیں۔ ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب حیدر آباد سندھ میں تھے۔ انہوں نے چند اور آدمیوں کے ساتھ خود چاند دیکھا اور ہمیں بتایا۔ نیز ہمارے دوست ملک الطاف صاحب نے کراچی سے ہمیں بتایا۔ اگر یہ معتبر خبریں نہ آتیں تو ہمارے جمعہ کے دن روزہ رکھنے پر کوئی اعتراض کرتا۔ ہلال کمیٹی اور ریڈیو کی اخبار پر ہمیں کوئی اعتماد نہیں۔ ہلال کمیٹی کے اراکین میں

کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جسے شرعی شہادت دینے کا علم ہو یا صحیح طور پر شرعی شہادت دے سکتا ہو۔ اگر شریعت مطہرہ کے موافق یہ لوگ ہوتے تو ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہ ہوتا۔ میں حکومت سے اعلانیہ کہتا ہوں کہ بذریعہ ریڈیو چاند کی خبریں دینے کی تکلیف نہ کرے۔ جب ہمیں اعتبار نہیں ہے اور ریڈیو میں خبریں دینے والا کوئی بھی شرعی معاشرہ کا پابند نہیں ہوتا۔ نہ ہی کسی کو شرعی شہادت یا خبر دینے کا سلیقہ ہے تو پھر ریڈیو میں اس اعلان کی تکلیف کیوں کی جاتی ہے۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہتا کہ حکومت پر اعتماد نہیں۔ بلکہ شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کہتا ہوں۔ کیوں کہ ان لوگوں نے شریعت مطہرہ کے خلاف قوانین جاری کئے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہی حکومت ٹھیک ہو جائے اور شریعت اقدس کے قوانین کو مقدم رکھے تو ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہیں۔ یہ ہماری اپنی حکومت ہے۔ میں اس میں شورشوں اور فتنہ پردازیوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو لوگ اس قسم کی شورشیں کرتے ہیں اور کر رہے ہیں کہ صدر کو ہٹا دیا جائے۔ وہ سب فتنہ پرداز ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ صدر سے پہلے ایسے لوگ ہی آئے جنہوں نے بجائے ملک چلانے کے تباہی اور فساد کے بیج بوئے اور آج پھر وہی لوگ شورشیں برپا کر رہے ہیں۔ اگر ہمیں صدر ایوب سے بہتر آج ہی کوئی نظر آئے تو صدر کو ہم ہٹا دیتے ہیں۔ جب یقین ہے کہ صحابہ کرام کا زمانہ گزر گیا۔ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین بننے والی کوئی ہستی نہ موجود ہے اور نہ کسی میں وہ استعداد ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ "صدر ایوب برا ہے یہ چلا جائے اور اندراگاندھی آجائے۔"

بھائیو! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ:۱۹۱) (فتنہ قتل وغارت سے زیادہ سخت ہے۔)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے۔

اب برکت کے واسطے تمہیں ایک حدیث پاک سناتا ہوں۔

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

فرمان نبوی ﷺ ہے:

من سره ان يلقى اللّٰه تعالىٰ غدا مسلما فليحافظ على هذه الصلوٰت

الخمس حيث ينادى به فان اللّٰہ تعالیٰ شرع لنبيكم سنن الهدى وانهن من سنن الهدى ولوانكم صليتم فى بيوتكم كما يصلى هذا المتخلف فى بيته لتركتم سنة نبيكم ولوتركتم سنة نبيكم لضللتم رواه البيهقى فى شعب الايمان

(یعنی جسے یہ خوش لگے کہ کل کے روز اللہ تعالیٰ کو مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو جیسے ہی اذان ہو ان پانچ نمازوں کی محافظت کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی شریعت کو ہدایت کا طریقہ بنایا ہے اور نمازیں بھی سنن الھدیٰ سے ہیں۔ اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی جس طرح یہ مخلف پڑھتا ہے تو تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت ترک کی اور اگر نبی ﷺ کی سنت ترک کی تو گمراہ ہوئے۔ (معاذ اللہ)

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

خطاب در بیان شرف انسانیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ تُصِیْبَہُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (النور : ۶۳)

(ترجمہ) پس وہ لوگ جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آزمائش (نہ) آپڑے یا ان پر کوئی اور دردناک عذاب (نہ) آپڑے)

بھائیو! انسان کس چیز کا نام ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ اس جانور کا نام ہے جو کھاتا ہے' پیتا ہے' چلتا پھرتا ہے' طاقتور اور ذی جسم حیوان ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ ان صفات میں تو اور بھی مخلوقات ہیں ایسے جانور موجود ہیں جو اس سے زیادہ کھاتے پیتے اور زیادہ طاقتور ہیں۔ انسان کو صرف اسی وجہ سے اشرف المخلوقات کہا جائے تو کوئی حق نہیں کیونکہ تمام مخلوقات سے افضل ہونے کا یہ سبب نہیں ہے۔ انسانیت محض شرافت ہے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر اشرف المخلوقات کہلانا غلط ہے۔

انسانیت اس شرافت کا نام ہے جو محبوب کبریا ﷺ کی محبت اور پھر اس محبت کے ذریعہ جو روحانیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام انسانیت ہے۔

ظاہری رواداری تو دوسرے جانور بھی کرتے ہیں۔ محض ظاہری اخلاق کی نمائش کا نام انسانیت نہیں بلکہ یہ تو منافقت ہے اور یہ رواداری اور خلق دشمن کو اپنے زیر کرنے

کیلئے ظاہر کرتے ہیں۔ انسانیت وہ خلق عظیم ہے وہ طبیعت اعلیٰ ہے وہ جبلت ہے اور اس فطرت کا نام ہے جو محبوب کبریا ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم تمام کو یہ نصیب فرمائے۔ اب اگر کوئی کہے کہ شاید عقل ہی انسانیت کا نام ہے کیونکہ بڑے بڑے عقلا اور فلسفیوں نے حیران کن کام کر کے دکھائے یا کوئی کہے کہ انسانیت کی نعمت عقل کے ساتھ حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ سب غلط ہے اس پر ایک واقعہ سنیئے :

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا ہم عصر بو علی صوفی جو آپ کا غلام بھی تھا۔ اس کا استاد شیخ الرئیس بو علی ابن سینا دونوں شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بو علی صوفی کو شیخ الرئیس بو علی سینا نے کہا کہ شیخ شہاب الدین کی خدمت میں رہ کر میرے متعلق حالات کا جائزہ لینا کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن بو علی صوفی نے عرض کی کہ شیخ الرئیس بو علی سینا "چگونہ است" فرمایا فلسفی ہے حکیم ہے مگر مکارم اخلاق نہیں رکھتا۔ یہی الفاظ جب بو علی سینا کو بو علی صوفی نے بتائے تو شیخ الرئیس بو علی سینا نے ایک خط لکھا جس میں شیخ صاحب کو عرض کیا کہ میں نے بہت سی کتابیں لکھیں جو اخلاق اور حکمتوں سے بھرپور ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں مکارم اخلاق نہیں جانتا۔ آپ نے جواباً فرمایا میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تو مکارم اخلاق نہیں جانتا بلکہ میں نے تو یہ کہا ہے کہ مکارم اخلاق نہیں رکھتا۔ بھائیو! عقل کے ذریعہ انسان بہت کچھ جانچ سکتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے اور اخلاق حسنہ کہ جس کی محبوب دو عالم ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ ان کا جان لینا انسانیت نہیں بلکہ انسانیت عمل ہے۔ ان اخلاق کو حاصل کرنا اور رکھنے کا نام اصلی انسانیت ہے۔ ویسے تو دیکھو عیسائی یہودی اور یورپ والے کتنی زیادہ عقلی اشیاء جانتے ہیں 'لکھتے ہیں' سمجھتے ہیں۔ لیکن ان میں اخلاق موجود نہیں۔ مسلمان بچہ سے بوڑھے تک اخلاق حسنہ پر عمل کریں تو ان کی تمام جبلت و فطرت میں اس روحانیت کا موجود ہونا ماننا پڑتا ہے۔ دعا ہے محبوب کبریا ﷺ کے جوتوں کی خاک کے طفیل ہمیں یہ نعمت ہائے عظمیٰ حاصل ہو۔ انسانیت پڑھنے پڑھانے پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ "بڑے بڑے عالم پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن عمل نہیں تو اس فضیلت و نعمت سے محروم ہیں۔ کیونکہ محبوب کبریا ﷺ کا کام دلوں کو صاف کرنا ہے جس طرح فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران : ۱۶۴)

(ترجمہ) محبوب خدا ﷺ دلوں کو پاک فرماتے ہیں۔ کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم فرماتے ہیں) اس میں کوئی شک نہیں۔

تزکیہ نفس کیلئے کی جانے والی محنت کا پھل ضرور ملتا ہے :

تزکیہ نفس اور دلوں کو چمکانا آپ ﷺ کا کام اور یہی انسانیت ہے۔ اس کی وجہ سے انسان معارف و حقائق الٰہیہ سے روشناس ہوتا ہے۔ ہاں ایک اور چیز ہے۔ جسے محنت و مشقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی مشقت ضائع نہیں فرماتا۔ محنت و مزدوری رائیگاں نہیں کرتا۔ انسان کو لازم ہے کہ کوشش نہ چھوڑے اس کا نتیجہ ہر حال ثمرہ کی صورت میں اسے نصیب ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کوشش کرتا ہے نماز تہجد کیلئے صبح سویرے اٹھے نیند اور آرام کو قربان کر کے سردی کا خیال دل سے نکال کر بارگاہ رب العزت میں حاضری دیتا ہے اور اس عمل کو علی الدوام اختیار کرے تو ہو سکتا ہے بلکہ یقیناً ہوگا کہ اسے محنت کا پھل کسی نہ کسی وقت ضرور نصیب ہوگا۔ لیکن بالکل بیٹھ نہ جائے اور یہ خیال نہ کرے کہ منہ میں ٹکڑا ڈال دے گا۔ مجھے محنت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مقسوم مل جائے گا۔ یہ غلط ہے۔ یاد رکھو! جس نے ہمارے بابا جی کو بہشت سے نکالا تھا وہ ہر وقت کوشش کر رہا ہے کہ انسان کو ابدی ذلت اور دوامی رسوائی کا حامل بنائے۔ اس نے قسم اٹھائی ہوئی ہے کہ میں ان تمام کو گمراہ کروں گا :

شیطان انسانوں کو ہر حال میں گمراہ کرتا ہے :

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ - إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ

(ص : ۸۲۔۸۳)

(یعنی شیطان نے بارگاہ رب العزت میں کہا خدایا مجھے تیری عزت کی قسم ہے میں ان تمام کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔)

یاد رکھو انسان کو شیطان محض اس لئے روکتا ہے کہ کہیں یہ خدا کے مخلص بندوں میں سے نہ ہو جائے۔ [illegible] کا مقابلہ کر کے طبیعت کے خلاف راحت اور آرام کو چھوڑ کر پچھلی رات اٹھتا ہے تو ہو سکتا ہے اس کا بندہ [illegible] نہیں

کر سکتا کہ سجدہ کس طرح منظور ہوتا ہے۔اس کی کیفیت کیا ہے۔البتہ جس کا منظور ہو جائے اسے موقع پر یہ کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔ نیکیوں سے روک کر برائیوں کی طرف شیطان انسان کو لے جاتا ہے۔ مسجد سے ہٹا کر قحبہ خانہ کی طرف لے جاتا ہے۔ کعبہ سے ہٹا کر شراب خانہ کی طرف لے جاتا ہے۔ ہر طرح کے جال پھیلا کر گمراہ کرتا ہے۔ انسان کو اس کے جال میں نہیں آنا چاہیے۔ورنہ شریعت مطہرہ کی مخالفت پر وعید عذاب ہے۔ میں نے آیت کریمہ پڑھی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(النور: ۶۳)

(پس وہ لوگ جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آزمائش (نہ) آپڑے یا ان پر کوئی اور دردناک عذاب (نہ) آپڑے۔)

یعنی لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو رسول خدا ﷺ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر کوئی دردناک عذاب پہنچے) فتنہ کوئی بیماری ہوگی۔ مصیبت ہوگی۔ غم ہوگا یا کسی اور دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ یہ دو چیزیں ضرور ہوں گی۔ انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ کس سے توڑ کر کس سے جوڑ رہا ہوں۔ خدا سے توڑ کر اس شیطان کے ساتھ لگا جو مصیبتوں میں ڈالتا ہے اور جہنمی بناتا ہے۔ شیطان معصیت میں ڈالنے کیلئے یہ کبھی نہیں کہے گا کہ آؤ زنا میں مبتلا ہو جاؤ یا کنویں میں گر جاؤ بلکہ وہ انگل حیلہ سے کام لیتا ہے۔ پہلے نگاہوں میں بری خواہش ڈالتا ہے۔اور وہ بری نگاہیں جو بے غیرتی کے ساتھ کسی پر پڑتی ہیں۔ان کے ذریعے زنا تک پہنچاتا ہے۔ حالانکہ انسان کو بلکہ مسلمان کو تو لازمی ہے کہ دوسروں کی بہن کو اپنی بہن۔ کسی کی لڑکی اور ماں کو اپنی لڑکی اور ماں کہے۔ تو پھر بری نگاہیں کبھی بھی نہیں ڈال سکتا۔

بد نظری کا انجام:

میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ہمارے دادا پیر حضور غریب نواز قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کا خاص غلام مولوی الٰہی بخش تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ تیل کے کڑاہ

آگ پر ابل رہے ہیں۔ لوگ کی آنکھوں کے چھاج بھر بھر کر لاتے ہیں اور ان میں ڈالتے ہیں ۔ تیل میں ابلتے گلتے جلتے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر مولوی صاحب پوچھتے ہیں کہ یہ کن لوگوں کی آنکھیں ہیں۔ جن کو اتنا عذاب دیا جارہا ہے۔ تو انہیں جواب ملتا ہے۔ یہ وہی آنکھیں ہیں جو نامحرموں کی طرف بری نظر سے دیکھتی تھیں۔

صبح سویرے مولوی صاحب حضور غریب نواز قبلہ عالم کی حاضری دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ غریب نواز جو نگاہیں غیر محرموں پر پڑیں۔ ان کا عذاب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب رات والے خواب پر اعتماد نہیں ہوا۔ لوگ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ سوال کا عجیب جواب ہے۔ تو مولوی صاحب نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

علاوہ ازیں یقین رکھو کہ جو آنکھیں غیر محرموں پر پڑتی ہیں خدا پاک کے دیدار سے محروم رہیں گی۔ یہ وہ دیدار ہے جس کے ہوتے ہوئے اہل بہشت کو ابدی اور نہ ختم ہونے والی نعمتیں بھول جائیں گی۔ یعنی جب بہشتیوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا جائے گا اور ہر ایک اپنے مرتبہ اور مقام پر خوش ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ اب کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو تمام جواب دیں گے۔ خدایا اس سے بڑھ کر اب کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان سب سے زیادہ ایک نعمت ہے۔ حاصل کرو۔ چنانچہ اپنا دیدار کرائے گا۔ دیدار کرتے ہی سابقہ انعامات فراموش ہو جائیں گے۔ کسی اور نعمت کی خواہش اور تمنا نہیں رہے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح: باب رؤیۃ باری تعالیٰ۔ الفصل الاول)

بھائیو! اس نعمت عظمیٰ سے محرومی کا سبب محض بری نگاہ ہے۔ تو اس سے دردناک عذاب اور کونسا ہوگا۔ ان آنکھوں سے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کرنا۔ اولیاء اللہ کا دیدار کرنا۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ کعبۃ اللہ کو دیکھنا۔ شعائر اللہ پر نظر ڈالنا مقصود ہے۔ پھر شیطانی خواہشات میں ان کو لگانے کا کیا مقصد ہے۔ یہ پاک نگاہیں نیک اور پاک کاموں کیلئے دی گئی ہیں۔ پھر پلید اور ناجائز کاموں پر ڈالنا جہنمی بنتا ہے۔ اسی طرح جس زبان سے ہم تلاوت کرتے ہیں تسبیح پڑھتے ہیں درود پاک اور دیگر اذکار کرتے ہیں۔ اس سے فحش باتیں کریں۔ جھوٹ بولیں طرح طرح کے گلے کریں گالیاں و فحش کلامی کریں۔ یہ کس انسانیت اور شرافت کا کام ہے۔

شیطان تو ہر وقت اسی نگاہ داشت میں رہتا ہے کہ انسان کہیں نیکی کا کام یا نیکی کا کلام نہ کر بیٹھے۔

مسلمانوں کے ادبار کے اسباب :

بھائیو! خدا تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں' زبان دل دماغ اس لئے عطا فرمائے ہیں کہ اگر انسان ان سے حقیقی کام لے تو فرشتوں سے بھی بڑھ جائے لیکن آج اگر شمار کر کے دیکھیں تو شاید تمام دنیا میں (۱۲ کروڑ تو صرف پاکستان میں ہیں) بلکہ تمام دنیا میں (۹۰۔۸۰) کروڑ مسلمان ہیں اور شرعی حیثیت میں اسلامی معاشرے ان میں مفقود ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ تین سو تیرہ (۳۱۳) نہتے دنیا بھر کے کفر پر غالب تھے۔ ایک آج کا دور ہے ۹۰ کروڑ مسلمان یہود و نصاریٰ کے نرغے میں ہیں۔ یہ کیوں ہے۔ صرف بے عملی اور کاہلی کی وجہ سے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ تم یہود و نصاریٰ کو دعوتیں دو گے لیکن وہ تمہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کیا ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے فرمایا نہیں کئی گنا زیادہ تعداد میں ہوں گے۔ لیکن بھُس کی طرح ہو جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: باب تغیر الناس: الفصل الثانی)

دیکھو آج مسلمان ایم اینڈ زیڈ وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ داڑھیاں منڈوا دیں شریعت کا پاس نہیں۔ یاد رکھو اتنا تمہارا قصور نہیں جتنا کہ اس پرانے پاپی نے کام دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں کی شکل بھی پیاری ہے اگرچہ بناوٹ کا لحاظ ہی ہو جائے۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنی اولاد کو نصیحت کی کہ میں مر جاؤں تو روئی کی داڑھی سے میرے منہ کو باندھ دینا۔ لوگ کچھ کہیں پرواہ نہ کرنا۔ میری وصیت ہے ضرور عمل کرنا۔ چنانچہ اس کی اولاد نے اسی طرح اس کے منہ پر داڑھی باندھی۔ جب قبر میں فرشتوں نے پوچھا تا تجھے اتنے سال ماہ اور اتنے دن دنیا پر نصیب ہوئے۔ بڑی لمبی عمر تو نے گزاری۔ اس عرصہ میں تو نے کیا کام کیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ میری سفید ریش ہے۔ اس کا تو خیال کرو۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے۔ خداوند کریم فرماتا ہے سفید بالوں سے مجھے بھی حیا آتی ہے۔ فرشتوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا خدایا یہ کیسا بندہ ہے۔ جواب نہیں دیتا۔ فرمایا اس سے پوچھو تو اس طرح کیوں بنا کر لایا۔ عرض کی حیلہ بنا کر لایا ہوں۔ ہو سکتا ہے

اسی حیلہ کے ذریعے بخشش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مجھ سے ڈرتا تو ہے۔ اسے بخش دو۔

ڈاڑھی رکھنے کی تاکید:

مسلمانو! جو ڈاڑھی رکھ کر قبر میں جائے محبوب کبریا ﷺ کی سنت پر عمل کر کے کیسے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے:

من احیاء سنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید

(مشکوٰۃ المصابیح: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی)

(فرمایا جس نے میری سنت کو فساد امت کے وقت زندہ کیا تو اس کیلئے سو(۱۰۰) شہید کا اجر ہوگا۔) اگر انسان صرف ڈاڑھی کو جو محبوب خدا ﷺ کی سنت ہے عمل میں لائے تو یقیناً سو(۱۰۰) شہید کا ثواب حاصل کرے گا۔ مسلمان کیلئے ایمان کے ہوتے ہوئے یہ عمل آج ضروری ہے اگرچہ ہزاروں سنتیں ہیں۔ مثلاً مسواک کرنا بھی ان میں سے ہے۔ جس کے متعلق ہمیشہ کہا جاتا ہے لیکن بنسبت مسواک کے اکثر لوگوں نے داڑھی کو ترک کر دیا ہے۔ بلکہ جن لوگوں نے عمل کیا ہوا ہے ان کو دیکھ کر طرح طرح کے مذاق اڑائے جاتے ہیں تو یقیناً کہتا ہوں اس پر عمل کرنا محبوب کبریا ﷺ کے فرمان کے مطابق سو(۱۰۰) شہید کا اجر حاصل کرنا ہے۔

مسلمانو! داڑھیاں رکھو اور محض سنت محمدی ﷺ سمجھ کر۔ ایک آخری واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ شیطان ہر چھوٹے بڑے بلکہ مقرب ترین لوگوں کے بہکانے میں ان کے لباس اور انہی کی نمائش میں آکر دھوکا دیتا ہے۔

پیران پیر محبوب سبحانی حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانیؒ ایک بار عبادت میں مصروف تھے کہ اچانک ایک آگ کا شعلہ ادھر ادھر پھیل گیا اور روشنی پھیل گئی اس میں سے آواز آئی اے محی الدین میں نے تجھے وہ مرتبہ عطا کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں عطا کیا تیری تمام عبادتیں منظور و مقبول ہیں۔ حضور محی الدین نے خیال فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے۔ مجھے جتنا بھی مرتبہ نصیب ہو نبوت تک پہنچنا ناممکن ہے۔ یقین ہو گیا یہ شیطان لعین ہے۔ چنانچہ ڈھیلا اٹھا کر اس کی طرف پھینکا اور فرمایا اے شیطان لعین دفع ہو جا تیرے مرتبہ کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ تو شیطان نے جواب دیا۔ اے محی الدین یہ تیرا علم تھا

جس نے تجھے بچالیا ورنہ میں نے اسی مقام پر کئی ولیوں کو گرایا ہے۔ فرمایا اے لعین دوبارہ مجھے تکبر میں ڈال رہا ہے۔ مجھے علم نے نہیں بچایا اللہ تعالیٰ کی رحمت نے بچایا ہے۔

شیطانی بہکاووں کی مختلف شکلیں:

بھائیو! شیطان نمازیں پڑھا کر گمراہ کرتا ہے۔ حج پر لے جا کر گمراہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حاضری تک پھسلانے کی کوشش کرتا ہے۔ بظاہر کہتا ہے تو یہاں اللہ والوں کا مجمع ہے۔ اہل بیت کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کو اہل بیت کی محبت میں ان کا ذکر سننا چاہیے۔ پھر وہاں لے جا کر گمراہی میں ڈالتا ہے۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد کو کوئی گالیاں دے اور تم سننے کیلئے وہاں محبت سے جاؤ۔ کوئی عقل مند مسلمان جن مجلسوں میں صحابہ کرامؓ کو گالیاں دی جائیں وہ وہاں جانے کو تیار نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی جائے اور بکواسات سن کر بیٹھا رہے۔ ایمان دار سے ضبط نہیں ہو سکتا۔ یا تو بے ساختہ اسے جواب دے کر لڑے گا یا ایمان چٹ ہو جائے گا۔ عورتوں کو روک دو خود بھی نہ جاؤ۔ تو اس میں شک نہیں کہ ان کی مجلسیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ کیونکہ تم ہی لوگ ان کی مجالس کو بڑھاتے ہو۔ وہ تمہارے مرکزی اداروں میں بزرگان دین کی جگہوں پر مثلاً سیال شریف' سلطان باہوؒ گولڑہ شریف یہ لوگ بے دینی کا جھنڈا لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور تم ان کے مجمعوں کو زیادہ کرتے ہو۔ میری اپیل ہے کہ وہاں جانا چھوڑ دو۔ کیونکہ ان لوگوں کی کوئی ایسی مجلس نہیں ہوتی جہاں یہ بکواس نہ بکتے ہوں۔ یہ کہنا کہ وہ بھی مسلمان ہیں ہم بھی مسلمان غلط ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک زمانہ ہوگا لوگ کلمہ پڑھیں گے نمازیں پڑھیں گے لیکن اسلام سے خارج ہوں گے۔ آج وہی وقت ہے۔ ان کا کلمہ اور ہے ہمارا کلمہ اور۔ تمہاری نمازیں' تمہارے روزے' تمہارا وضو بلکہ تمہارے عقیدے بے مثل بے مثال۔ ان کی نمازیں وغیرہ تمہارے ساتھ نہیں ملتیں۔ قرآن کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ اس قرآن کا ایک حرف بھی اس قرآن میں موجود نہیں ہے۔ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض نہیں جانتے۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ نمازوں میں تمہارے ساتھ شریک نہیں۔ جب ان کے یہ عقائد ہیں جو قرآن و سنت کے خلاف۔ صحابہ اور اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف۔ تو تمہارا ان کے ساتھ کونسا دینی تعلق اور کونسا ایمانی اشتراک اور

کونسا مذہبی اتفاق و اتحاد ہو سکتا ہے۔ میں دوبارہ کہتا ہوں۔ کوئی مسلمان ان کی مجلسوں میں نہ جائے۔ کوئی تمہیں مجبور کرے تو تمہارے لئے یہ جواب دینا کافی ہے:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے)

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(۱۴۔ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ)

خطاب دربیان شہادت وفلسفہ شہادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا۔ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(البقرہ: ۱۵)

(اور ان کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے)

حضرات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے دین مقدس کو جس طرح تمام پہلی شریعتوں اور تمام امتوں کے بعد نازل فرمایا۔ اسی طرح سابقہ ادیان کا اس کو ناسخ بنایا ہے۔ اس لئے اس کے ہوتے ہوئے کسی اور شریعت کی ضرورت نہیں۔ کسی اور مسائل کی ضرورت نہیں۔ کسی دوسرے نبی کی محتاجی نہیں۔ کسی اور کتاب کی حاجت نہیں۔ یہ مکمل تعلیم ہے۔ جامع شریعت ہے۔

اگر کوئی شریعتوں کی توحید کو دیکھنا چاہے تو اس کتاب میں موجود پہلی رسالتوں کا تمام تر ذکر موجود بلکہ صرف سورہ فاتحہ ہی کو دیکھ لو۔ اس میں سابقہ تمام کتابیں تمام صحیفے یعنی زبور' تورات' انجیل اور دیگر صحائف موجود ہیں۔ اگر کوئی معقولات وریاضیات کی حیثیت سے دیکھے تو وہ تعلیم بھی اس کتاب مقدس میں مل سکتی ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اس کتاب اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ فلاں سمندر کی لمبائی کتنی ہے۔ چوڑائی اور گہرائی

پہنائی سب کی سب ثابت کر دی۔ تحقیق فقہاء کرام کا نکتہ اور احکام مدنیہ اس میں موجود۔ یعنی حدیث پاک قرآن مجید کی تفسیر اور فقہاء کرام کے مطابق فقہ حدیث پاک کی تفصیل و تشریح ہے۔ جبکہ ہر قسم کے مسائل کا حل موجود ہے تو پھر ضرورت کس کی ہے۔ ہر قسم کے اخلاق تہذیب و تمدن اقتصادیات و شریعت جب سب کے احکام موجود ہیں تو نیا ہی کیا آکر بتائے گا۔ نیز اس کلام پاک کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی گواہی اور شہادت کی ضرورت نہیں جس سے شہداء کرام کی زندگی اور ابدی حیات کو ثابت کریں۔ بلکہ منکرین معاندین کے اعتماد و یقین کیلئے سنئے۔ جب سیدنا حضرت امیر حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے اور اس میدان ہی میں کسی ایک جگہ پر مزار بنائی گئی تو ساٹھ سال کے بعد ایک ندی پہاڑی سے ہوتی ہوئی مزار مقدس کے قریب سے گزری تو آپ کے وجود مسعود کو بچانے اور محفوظ رکھنے کیلئے مزار مقدس کھودی گئی۔ اتفاقاً کدال آپ کے ٹخنے مبارک پر لگی۔ خون اس طرح نکلا جس طرح زندہ آدمی کا ہوتا ہے۔ اندازہ لگاؤ کیا کسی کیلئے قبر میں ساٹھ سال کے بعد بھی خون کے جاری ہونے کا خیال کیا جاسکتا ہے۔ یہ محض زندگی اور ابدی زندگی ہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ اسی طرح حضرت جعفر طیارؓ کا واقعہ ہے۔ جنگ موتہ میں حضرت جعفرؓ کی شہادت ہوئی۔ ستر (۷۰) اسی (۸۰) سال کے بعد ان کی اولاد نے وہاں سے آپ کے جسم اطہر کو لانے کیلئے آپ کی مزار پر انوار کھودی تو اسی طرح زخم ہوا اور خون جاری ہونے لگا۔ ان مقدس ہستیوں کی شہادتوں کا ذکر تو جائے خود وہ تو صحابہ کرام اور محبوب کبریا ﷺ کے پروانے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔

اس زمانے کے شہداء کا حال سنئے۔ غازی علم الدین شہید ترکھان لاہور کے باشندہ ہوئے ہیں۔ جس نے ایک بے دین گستاخ رسول کو قتل کیا تھا۔ چونکہ انگریز کا زمانہ تھا۔ غازی علم الدین کو انگریز نے شہید کرادیا۔ اس وقت ہاڑ کا مہینہ تھا۔ کھدر کے موٹے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیئے گئے۔ تیرہ دن کے بعد ان کے جسم مبارک کو نکالنے کیلئے گئے تو ڈاکٹر نے پہلے بتایا کہ وجود صحیح سالم ہے۔ چنانچہ تمام نے اپنے اپنے منہ ناک کپڑوں سے ڈھانپ لئے تاکہ بدبو نہ آئے۔ مولوی نور محمد صاحب' مولوی غلام مصطفیٰ اور لانگری احمد دین صاحب انہوں نے قسم اٹھا کر بیان کیا کہ اس وقت وجود سے خوشبو آتی تھی اور انگریز افسروں' ڈاکٹروں اور دیگر حاضرین نے اس مٹی کو خوشبو کیلئے اٹھایا۔ بار بار سونگھتے اور لذت اٹھاتے تھے۔ میں بھی

وہ مٹی خوشبودار لایا۔ مولوی نور محمد صاحب نے غسل دیا تو تمام بدن مبارک اس طرح تھا جیسا کہ زندہ آدمی کا ہوتا ہے۔ ہاتھ بازو وغیرہ کو اٹھا کر رکھتے تو بالکل صحیح اپنی جگہ پر درست ہو جاتا۔ آنکھیں کھولیں تو ویسی ہی نورانیت قائم تھی۔ اب ان مقدس ترین ہستیوں یعنی حضرت سیدنا امام حسینؓ اور دوسرے شہداء کرام کی زندگی میں کون شک کر سکتا ہے۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اگر آپؓ اب اس جگہ پر اسی وقت چاہیں تو تشریف لا سکتے ہیں۔ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تو اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے مقتول شہداء کرام کی زندگی کا ایک باب لکھا ہے۔ جس میں یہ تحریر فرمایا کہ شہداء کرام جہاں چاہیں جس جنگ میں مسجد میں مجلس میں تشریف لے جا سکتے ہیں۔

بھائیو! ماتم مردہ کا ہوتا ہے۔ زندہ کا ماتم ہرگز نہیں کیا جاتا۔ یہ لوگ مجالس قائم کرتے ہیں۔ ماتم کرتے ہیں تو ان کے نزدیک شہداء کرام زندہ نہیں۔ جو سراسر مخالفت فرمان الٰہی ہے۔ یہ محرم ہمارے لئے نہایت ہی غم کا مہینہ ہے۔ محرم الحرام کو شہادت فاروق اعظمؓ ہے۔ اور پھر دسویں تک شہادتیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ آخری شہادت سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کی دسویں تاریخ کو ہوئی جس دن حضرت عمرؓ شہید ہوئے امیر المؤمنین حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا۔ اے عمرؓ مجھے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صرف یہی چاہتا ہوں کہ جس طرح تیرے درجات و مراتب بارگاہ رب العزت میں بلند ہیں۔ اسی طرح میرے بھی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خلفائے راشدین کیلئے وعدہ فرمایا: جو بعینہ ان ہستیوں پر صادق آتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(التوبہ: ۵۵)

(کہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح پہلے پیغمبروں کے خلیفہ بنائے

(جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بنائے) اور دین پر وہ راضی ہے وہی دین انھیں عطا فرمائے گا۔ اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا۔)

زمانہ جاہلیت میں ایران، روم، شام وغیرہ کی فوجیں سر اٹھاتی تھیں تو تمام عرب والے خوف زدہ رہتے۔ جب عمر فاروقؓ کا زمانہ خلافت آیا اور ان سرکش طاقتوں کو پامال کیا۔ آپ نے صدیوں سے شعلہ زن آتشکدوں کو ٹھنڈا کیا۔ بت کدے گرائے۔ مشرکین کے معبد خانوں میں اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور اذانیں بلند کیں۔ جہاں توحید کا نام کوئی نہیں لیتا تھا۔ وہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر پھیلایا آذربائیجان و دیگر ممالک غیر اسلامیہ کو اسلام کے ماتحت لائے۔ آج بھی جہاں سے پٹرول اور تیل نکلتا ہے۔ وہ سب علاقہ فاروق اعظم کا فتح کردہ ہے۔ لوگ تو طارق بن زیاد کو سپانیہ کا فاتح کہتے ہیں۔ حقیقتاً فاروق اعظمؓ کا مفتوحہ علاقہ تھا۔ ملتان، بنوں تک آپ کی فوجیں پہنچی تھیں۔ حقیقتاً فاتح اعظم فاروق اعظمؓ کی ذات ہے۔ آپ کی شہادت نماز میں ہوئی۔ صبح کی جماعت شروع کرائی۔ حالت نماز ایک شقی و کم بخت نے زخمی کر دیا۔

ایک بار حضرت علیؓ خطبہ دے رہے تھے۔ اپنے صاحبزادے کو فرمایا عمر تمہارے چچا اور میرے بھائی ہیں

تمام دوست درود شریف اور فاتحہ شریف ختم قرآن مجید پڑھ کر شہداء کرام کی روح کو محرم کے پہلے دس ایام میں ان کا ثواب پہنچایا کرو۔ جس طرح پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ پہلی شہادت اس عشرہ میں خلیفہ ثانی فاروق اعظمؓ کی ہوئی۔ ان کے بعد حضرت امام مسلم اور ان کے شہزادےؓ شہید ہوئے۔ حتی کہ دسویں محرم کو خانوادۂ نبوت کے شہزادوں کی شہادتیں ہوئیں جو عالم اسلام میں امتیازی طور پر مشہور ہیں۔ لہٰذا دسویں محرم کو قرآن پاک کا ختم پڑھنا۔ درود پاک پڑھنا۔ نوافل پڑھنا و دیگر عبادات کر کے تمام کا ثواب ان کی ارواح مقدسہ کو پہنچانا لازمی ہے۔ جو لوگ ہائے ہائے اس کے ماتم کرتے ہیں اور تمام روز ہائے وائے کرتے ہیں وہ کس کا ثواب پہنچاتے ہوں گے۔

سنو مسلمانو! شہداء زندہ ہیں۔ زندہ لوگوں کا ماتم عقل کے لحاظ سے بھی ناجائز شرعاً تو فرمان باری تعالیٰ سے صاف ظاہر ہے کہ شہداء زندہ ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ ان کی زندگی پر تمہارے گمان یا عقل نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو عقل سے کس طرح جانچ سکتے

ہو۔ خیال کرو تمہاری عقل کی کتنی پاور ہے۔

بھائیو! امام حسین علیہ السلام کی آخری تعلیم پر عمل کرو۔ آپ نے حالت نماز شہادت حاصل کی۔ اور یہ سبق دیا کہ نماز کو اتنی مصیبت کے وقت بھی قضا نہ کرنا۔ فاروق اعظمؓ نے بھی نماز ہی میں شہادت حاصل کی۔ لہذا نماز کو اپناؤ۔ اس کو نہ چھوڑو۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

(۲۔ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ شب جمعہ بعد از نماز عشاء)

اہل تشیع کے سیال شریف کے سامنے مدرسہ بنانے اور مریدین سیال شریف کی مزاحمت کے موقع پر خطاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ حَبِيْبَكَ وَمَحْبُوْبَكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ وَنَصَحَ الْاُمَّةَ وَكَشَفَ الْغُمَّةَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا۝

(النساء: ۷۱)

(اے ایمان والو اپنے ہتھیار پکڑو پھر گروہ گروہ ہو کر کوچ کرو یا سب اکٹھے کوچ کرو)

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

میرے پیارے بھائیو۔ السلام علیکم! آج میں تسلیم کر چکا ہوں کہ مسلمانوں میں جذبہ ایمان قائم ہے۔ پہلے میرے دل میں ہوتا تھا کہ مسلمان عقیدے کے لحاظ سے کمزور ہیں۔ دل کے لحاظ سے کمزور۔ عمل کے لحاظ سے سست ہیں۔ لیکن الحمد للہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ جذبہ موجود ہے۔ طاقت و قوت بھی موجود ہے۔ کیونکہ میں نے کسی مسلمان کو نہیں بلایا۔ کسی شہر والوں کو دعوت نہیں دی کہ آؤ۔ اسلام کی حمایت کرو۔ صحابہ کی عزت و احترام کے تحفظ میں فسادی لوگوں کے فتنہ و فساد کو فرو کرو۔ لیکن جس طرح لوگوں نے سنا ہے آگئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان پختہ ہے۔ جذبہ اسلام قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ یہ جذبہ نصیب فرمائے۔ خدمت اسلام کا مادہ دلوں میں قائم رکھے۔

ہمارا خیال نہیں کہ خواہ مخواہ دشمنی کریں۔ کسی کو تکلیف دیں۔ خاص کر بیٹے والے ہمارے ہمسایہ ہیں۔ سیال شریف اور بیٹے والے ڈیڑھ سو سال سے ایک دوسرے کے جوار میں ہیں۔ کوئی بیٹ والا کہے کہ کبھی سیال شریف نے انہیں تکلیف دی ہو۔ کسی کو ستایا ہو۔ بلکہ بیٹ والے ہی سیال شریف والوں سے امدادیں حاصل کرتے رہے۔ کام کرنے والے حجام۔ میراثی وغیرہ سیال شریف کی خدمت کرتے رہے۔ میرے خیال میں کسی اور کی شرارت ہے۔ اب ان کی طبیعتیں بگڑ گئی ہیں جس سے یہ فتنہ سیال شریف میں قائم کر رہے ہیں۔ بلکہ پاکستان کے ہر مقام پر فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ شیعہ لوگ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اگر یہ ٹھیک رہتے۔ کسی طرح کا فساد و شرارت نہ کرتے تو دیکھ لیتے کہ اہل سنت والجماعت کس طرح کی خوبیوں کے حامل ہیں۔ سیال شریف کے متصل امام باڑہ بنانا۔ ملنگوں کو بٹھانا۔ طلباء کرام کے کانوں پر سب و شتم و گالیاں پہنچانا۔ یہ کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اب بھی وقت ہے۔ ایسی شرانگریزیوں سے باز آجاؤ۔ بارود جمع ہو چکا ہے۔ آگ لگ گئی تو کوئی نہیں بچ سکے گا۔ کسی کا گھر محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ آدم زاد ہو۔ آدمیوں کے بچے ہو۔ آدمیوں کی طرح زندگی گزارو ورنہ تمہارا نام و نشان تک نہیں رہے گا۔

یاد رکھو بیٹ بستی کے نزدیک ان کی دیواروں کے ساتھ سیال شریف کی زمین ہے۔ اگر وہاں دارالعلوم بنایا جاتا تو کون روک سکتا تھا۔ لیکن یہ شرارت۔ یہ فساد ایسا فتنہ تم نے خریدا ہے اور صرف سیال شریف نہیں بلکہ تمام اہل پاکستان مسلمانوں کو ستانا چاہتے ہو۔ اب مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ تم ضبط و تحمل سے کام لو۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو اور مضبوط بنائے۔ تمہارے ساتھ دین اسلام کی عزت قائم ہو۔ لیکن تم حوصلہ سے رہو۔ کسی قسم کی پیش قدمی نہ کرو۔ حکومت کے قانون کا پاس رکھو۔ اگر حکومت اجازت دیتی تو خدا پاک کو معلوم کہ کیا ہوتا۔ تم لوگ دور دور سے جذبہ لے کر آئے ہو۔ اپنے آپ قدم نہ اٹھانا بلکہ کسی ایک کے کہنے کے مطابق رہیں۔ جھنگ والے اپنے ہم زبان بھائی سے سمجھیں۔ تھل والے اور دوسرے پشتو زبان والے بھی اپنے اپنے قائد کا کہنا مانیں۔ داں بھچراں والے" میانوالی والے تمام خان فلک شیر کے ساتھ صلاح مشورہ کر کے اقدام کریں۔ کسی ایک کی بات پر قائم رہنا۔ اپنے آپ ہرگز ہرگز کوئی قدم نہ اٹھائے۔

میری گذارش ہے۔ اپیل کرتا ہوں کہ نہایت حوصلہ سے کام لو۔ حکومت نے

ملحقہ خطاب بر موقع فساد شیعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

میرے پیر بھائی جہاں بھی ہوں۔ متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آباد رکھے۔ عزت عطا فرمائے۔ ایمان قائم رکھے۔ جذبہ ایمان نصیب فرمائے۔ میرا یہ خطاب جو آستانہ عالیہ پر مقیم طلباء و درویش ہیں یا زائرین رات کو آئے یا کل آئے ہیں۔ صرف ان کیلئے نہیں بلکہ عام خطاب ہے اب ان لوگوں کو خیال آگیا ہے کہ جھنڈا نہ لگائیں۔ خبر پہنچی ہے کہ جھنڈا لگانے سے باز آچکے ہیں۔ اگر انہوں نے پھر ایسی حرکت کا خیال کیا کہ مسلمانوں کی مذہبی ایمانی تنظیم اور مرکزی جگہ کو کمزور کیا جائے تو یاد رکھیں اس وقت تو لوگ بغیر اطلاع کے تشریف لائے ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ جلسہ کی تاریخ پر ایسا ناشائستہ اقدام کیا جائے جو محض شرارت ہی کا اقدام ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کا روکنا ناممکن ہوگا۔ در حقیقت ان لوگوں نے خود مسلمانوں کو جگایا ہے۔ انہوں نے اپنی سرکوبی کیلئے مسلمانوں کے دل میں خبر ڈالی ہے۔ جلسہ کی تاریخیں جو ۵۔۶۔۷ رکھی گئی ہیں۔ اگر ان پر جلسہ نہ کریں تو بہتر ورنہ اس وقت مسلمان بے شمار آئیں گے۔ یہاں سے تھانہ ساہیوال تک تل دھرنے کی جگہ نہ رہے گی۔ لہٰذا آدمی کے بچوں کی طرح رہو۔ اور گزارہ کرو۔ اس فتنہ کو برپا کرنے والے وہی لوگ ہیں جو پاکستان کے خیر خواہ نہیں۔ کوئی ضلع جھنگ کا ہے کوئی گجرات کا ہے۔ انہوں نے مل کر یہ شرارت اختیار کی۔ محرم مہینے میں آیا۔ اور کارکنوں کی کر کے اکسا تا رہا۔ اس فتنہ کی بنیاد ڈالنے والوں کا مقصد یہی ہے کہ پاکستان میں فساد ہو۔ شورش ہو۔ ہماری حکومت متزلزل ہو۔ خدا

نخواستہ کمزور ہو۔ چنانچہ انھوں نے دورے کرتے ہوئے شرارتی فسادی لوگوں کو ساتھ ملایا ہوا ہے۔ ان لوگوں کی یہ حرکت میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ شدید ترین شورش کا سبب ہو سکتی ہے کہ شیعہ سنی کا سوال پیدا کیا جائے۔ سنی لوگ وزیرستان' سندھ دیگر غیر ممالک و آفریدی و وزیری پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسی طاقتور قوموں کے برخلاف انہیں اپنی سرکوبی کرانا ہے۔ یہ سب علاقوں میں دشمن کا نام و نشان مٹا دینے کے بغیر ہٹ نہیں سکیں گے۔ شیعہ و رافضی کو تو مسلمانوں کی تعداد سے نسبت ہی نہیں۔ شیعہ جہاں بھی ہوں گے چن لئے جائیں گے۔ پاکستان چھوٹا سا ملک ہے۔ اس کی خیر خواہی کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو وسیع کرے۔ اللہ تعالیٰ کشمیر بھی ہمیں عطا فرمائے۔ پھر چاہو تو بڑ کوڈیاں کھیلنا۔ اس وقت یہ مناسب نہیں ہے۔ ایسی شرارتوں و فسادوں سے پاکستان کی بد خواہی ہے۔

شاہ جیونہ دربار کے بالکل متصل اہل سنت والجماعت کی زمین ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ وہاں دار العلوم بنائیں۔ مسجدیں تعمیر کریں لیکن ہم نے نامناسب سمجھ کر وہاں کوئی دار العلوم یا یونیورسٹی نہیں قائم کی۔ کیا شیعہ لوگ زیادہ پیسے والے ہیں ؟ رقم اور کسی کے پاس نہیں ہے ؟ اگر دنیا ہی بڑی چیز ہے تو کونسی وقت ہے۔ یہ ختم ہو جانے والی ہے۔ اس پر اترانا کونسی عقل مندی اور دانائی ہے۔ جو صاحب اسلام کی عزت کی خاطر سیال شریف تشریف لائے ہیں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کیلئے دعا مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سعادت دارین سے نوازے اور عزت عطا فرمائے۔ بعد آفریں ان کے ایمان و اسلام و خدمت دین کی داد دیتا ہوں۔ اللہ عزوجل ہر قسم کے شر و فساد سے مامون فرمائے۔

شیعہ لوگوں کو دوبارہ متنبہ کرتا ہوں کہ جو لوگ یہاں تشریف لائے ہیں وہ محض تحقیق کیلئے پتہ کرنے کیلئے آئے ہیں نہ کہ دھاڑیں کر مقابلہ کیلئے آئے ہیں۔ بلکہ اگر مقابلہ کا وقت آگیا تو پھر کسی کے روکنے سے ان کا رکنا ممتنع ہوگا۔

اگرچہ میں روکوں یا ان کو پیچھے کھینچوں ان کے کپڑے پکڑ کر قابو کروں گا تو بھی انہوں نے نہیں رکنا۔ جو لوگ حکومت کا تختہ الٹ سکتے ہیں وہ کسی کے روکنے سے کیسے رک جائیں گے۔ ہو سکتا ہے اس وقت ان کے ہاتھ بھی کھڑے ہو جائیں تو خدا معلوم کیا ہو جائے گا۔ ہم کوشش کرتے ہیں خدا پاک کرے ایسی نوبت نہ آئے۔ جس کا تدارک بھی ناممکن ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ ترمت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خاک ہوسی ہم

مسلمانوں کو نصیب رہے۔ آپ کی غلامی ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ ہم مسلمان تو حضرت علیؓ کے جوڑے پاک پر جو خاک لگی ہو ہم اس پر بھی قربان ہونے کو تیار ہیں۔ بھلو تو کوشش کرے گا کہ حکومت پاکستان جائے عزت حاصل کرنے کے معاذ اللہ نقصان اٹھائے۔ یہ تمہیں کہے گا۔ لائن کاٹ دو۔ فون کی تاریں کاٹ دو۔ چوہے کا کام صرف اشیاء خوردنی کو کھانا نہیں ہوتا بلکہ فائدہ مند چیز کا کاٹنا اور خراب کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہماری حکومت کے چوہے ہیں۔ ان کا کام شرارت کرنا۔ فساد کرنا شورش مچانا فتنے پیدا کرنا ہے۔ پاکستان دشمنو! ہم تمہیں دیکھ چکے ہیں۔ تم سخت نالائق ہو۔ سخت نامعقول ہو۔ پاکستان کا مفاد تم کو ہرگز ہرگز نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ صدر ایوب خان کو صحت عطا فرمائے اس نے پاکستان کا سکہ دنیا میں بٹھا دیا ہے۔ تمام دنیا مان چکی ہے کہ عالم اسلام میں ایک ملک پاکستان ہی ہے جو اتنی جلدی ترقی کر کے بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ تم نے پاکستان میں کیا کیا۔ کبھی ایک کو ٹھڑی میں بیٹھے، کبھی دوسری تبدیل کر لی کبھی گھڑی آگے کر دی۔ کبھی پیچھے کر دی۔ کونسی عزت تم نے بڑھائی۔

عرب شریف میں ایوب خان نے پاکستان کی قدر و منزلت بنا دی۔ لوگ پاکستان سے ناواقف تھے لیکن آج امریکہ بھی اس کا لوہا و طاقت مان چکا ہے۔ شیعہ کے مشیر صاحبان اس بات کو مان لیں۔ اور تسلیم کر لیں کہ اگر ہمارا گورنر اہل التشیع سے ہے یا ہمارا موقع حکومت پاکستان کو متزلزل کرنے کا لگ گیا ہے تو یہ تمہاری نامعقولی' بے عقلی ہے۔ وہ گورنر ہے۔ ذمہ دار حاکم ہے۔ اس کو اس بات کا لحاظ ہے کہ پاکستان میں اللہ تعالیٰ اور محبوب کبریا ﷺ کے نام لیواؤں کی اکثریت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرے ملک میں کون کون سی قومیں رہتی ہیں۔ اس کو شیعہ سمجھ کر یہ خیال کرنا کہ وہ لوگ مسلمانوں کو متزلزل کر لیں گے۔ یہ نہایت رذیل خیال ہے۔ خبیث ترین خیال ہے۔ کوئی گورنر ایسا نہ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ ہمیں توقع نہیں ہو سکتی کہ اکثریت کی دل آزاری کر کے اور چند نامعقول آدمیوں کے کہنے پر پاکستان میں شورش کو پسند کرے گا۔

شیعہ لوگو! آرام کر کے بیٹھو۔ ہوش کرو۔ مل کر گزارہ کریں۔ اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ امام باڑہ بنائیں تو شاہ جیونہ میں بنا سکتے ہو۔ جھانیاں شاہ میں بناؤ۔ جو یونیورسٹی بناؤ۔ وہاں بنالو تو کیا ان چند ایک گھروں اور مکانوں میں جو یہ کے نام سے موسوم ہیں کسی باہر والے کو اس چھوٹی سی

بستی کا علم تک نہیں۔ یہاں یونیورسٹی قائم کرلوگے؟

ضلع جھنگ تمام پڑا ہے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک بناتے پھرو۔ تمہیں کس نے روکا ہے؟ سیال شریف کی دلآزاری کرتے ہو۔ یہ دل سے نکال دو کہ سیال شریف کے قریب فسادی اڈہ قائم کر سکوگے' نہیں نہیں۔ اور ہرگز نہیں۔ یہاں مسلمان اپنی لاشوں پر بنانے دیں گے زندہ رہ کر نہیں بننے دیں گے۔ مسلمانوں کے روحانی مرکز' تعلیمی مرکز' مذہبی مرکز پر عمارتیں بناؤ۔ جھنڈے لگاؤ اور مسلمان گوارہ کرجائیں؟ تم بناتے جاؤ۔ یہ اکھیڑتے جائیں۔ یہ کیا خیال ہے۔ کیا یہی خوبصورتی ہے۔ یہی مکانوں اور تمہاری عمارتوں کی آرائش وزیبائش ہوگی کہ تمہارے دو آدمی جھنڈا لگائیں اور مسلمان چار آدمی اکھیڑ دیں۔ سارے پاکستان کے شیعہ اکٹھے ہو کر بنا کر تو دیکھو۔ میں کہتا ہوں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ناممکن ہے۔ جب تمہیں بھی یقین ہے کہ ایسا کرنا ناممکن ہے تو پھر دشوار ترین اور نہ ہونے والے کام کو کرنے کیلئے کیوں ذلیل ہونا چاہتے ہو۔ تم اپنے گھروں میں بیٹھ کر ہمیں گالیاں دو۔ کانوں کے نزدیک تو برداشت نہیں ہو سکتا۔ اب جو صاحبان تشریف لائے ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ بعد میں بیٹھے رہیں میری آنکھوں پر لیکن ہم خواہ مخواہ حکام کو پریشان نہیں کرتے۔ لہذا سب کو اجازت دیتا ہوں۔ میری طرف سے کسی قسم کی نہ دعوت تھی اور نہ روکتا ہوں بلکہ اپنے حکام کی پریشانی کو دور کرنے کیلئے تمہیں اجازت دے چکا ہوں واپس تشریف لے جاؤ۔ اگر دوبارہ بلایا گیا تو تمہیں شیعہ لوگوں نے ہی بلانا ہے۔ جس طرح پہلے اشتہار کے ذریعے بلا چکے ہیں۔ دوبارہ بھی ہم نہیں بلائیں گے۔ یہ انہیں کا کام ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

(۲۶۔ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ بوقت اشراق)

ذوالفقار علی بھٹو کے بیان پر ردِ عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ: ۱۹۱) اور فساد مار ڈالنے سے زیادہ سخت ہے)

حضرات! میں نے نوائے وقت میں آج مسٹر بھٹو کا یہ اعلان پڑھا ہے اور بہت افسوس ہوا ہے۔ مسٹر بھٹو نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے پاکستان میں شیعہ سنی کا اختلاف برپا کیا ہے۔ جس سے تمام ملک میں فساد ہو رہا ہے۔ حالانکہ میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسٹر بھٹو کے اعلان سے فتنہ برپا نہیں ہوا۔ میں حیران ہوں۔ ایسے لیڈر کے منہ سے کیوں ایسے الفاظ نکلے۔ تمام کو معلوم تھا کہ یہ فساد صرف سیال شریف ہی میں نہیں بلکہ تمام پاکستان میں نہ مٹنے والا فساد تھا۔ لیکن حکام نے ایسی تجویز دی ہے جس نے ہر لحاظ سے اس کو پابند کیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ حکومت نے فساد برپا کیا ہے تو میرے خیال میں وہ شخص نہایت ہی ہٹ دھرم ہے پاگل ہے۔ حکام کو حکومت کی طرف سے اور صوبہ کی طرف سے حکم نہ ہوتا تو اس فتنہ کا فرو ہونا اور ختم ہونا مشکل تھا۔ ضلعی حکام نے اور ہمارے ڈویژنل افسران نے نہایت حسن تدبیر سے اس کو فرو کیا ہے۔ واقعی ایک ہمسایہ دوسرے ہمسائے کے ساتھ اسی طرح ہی رہ سکتا ہے۔ جس طرح حکومت نے اتحاد و اتفاق کرایا ہے۔ نیز ڈیڑھ سو سال سے ایک درویش کی جگہ قائم ہے۔ ایک دوسرے سے لین دین وغیرہ رہے۔ اب بھی اگر سمجھیں تو ایک دوسرے کے ہمسایہ میں وہی تعلقات دنیاوی ہو سکتے ہیں اور یہ فساد دونوں کیلئے ناقابل تحسین ہے۔ کیونکہ ہماری حکومت بلکہ پاکستان اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

سوچو تو سہی ہندو حکومت تمہارے فساد کو سن کر کتنی خوش ہو رہی ہو گی جس طرح ہم غیروں کی ناچاکی فسادات دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح جتنی بھی ہماری بد خواہ حکومتیں ہیں وہ یقیناً خوش ہوں گی۔

اب ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے سے اتفاق کریں۔ بزرگان دین عظام کے روضے اور مزارات شریف ہی رسول اللہ ﷺ کے علم اور خلفائے راشدین و حضرت عباسؓ کا علم مبارک ہیں۔ ہمیں انہی کے ذریعے اسلام نصیب ہوا۔ دنیا میں روشنی انہوں نے ہی کی۔ اور ان لوگوں کے ہم پیرو اور تابعدار ہیں۔ پھر بھی یہی لفظ کہوں گا۔ ہم اتفاق سے رہیں۔ ہمارا ملک اس قسم کے فسادات کا متحمل نہیں ہے۔ حکومت کو بدنام کرنے والے ایسے فتنہ پرداز ہی ہیں۔ جیسا کہ بھٹو ہے۔ اور یہی فتنہ بعینہ اسی نے ہی کیا ہے۔ اور آج کہتا ہے حکومت برپا کر رہی ہے۔ میرے خیال میں وہ حکومت کو پاگل بنانا چاہتا ہے۔ حالانکہ خود پاگل ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خطاب دربیان ایثار و گریز گردن از افتراق و انتشار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ حَبِيْبَكَ وَمَحْبُوْبَكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ وَكَشَفَ الْغُمَّةَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا (الانعام:۱۵۹)
(بے شک جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور کئی فرقے ہوگئے)
مسلمان بھائیو! دین اسلام اتفاق کی تعلیم دیتا ہے۔ اتحاد و تنظیم مسلمانوں کیلئے ضروری ہے۔ حدیث پاک میں ہے:
المؤمن کجسد واحد ان اشتکی عینه اشتکی کله وان اشتکی رأسه اشتکی کله
(مومن جسد واحد کی طرح ہیں اگر آنکھ کو تکلیف ہو تو تمام جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ سر کو تکلیف ہو تو تمام بدن کو تکلیف ہوتی ہے)

یعنی بدن کے کسی حصہ۔ کسی عضو کو تکلیف ہو تو تمام اعضاء بے قرار ہو جاتے ہیں۔ ایک جنگ میں چند مجاہدین زخمی ہوئے اور العطش کی آواز کسی ایک نے نکالی۔ ایک مائی پانی کا پیالہ لے کر اس کے پاس گئی۔ جب پیالہ پکڑنے لگا تو دوسرے نے کہا مجھے بھی پلا ئیں۔ اس نے وہی پیالہ دوسرے کو دینے کیلئے کہا کہ دوسرا بھائی زیادہ پیاس میں ہے۔ جب اس طرح دوسرے کے پاس پیالہ پہنچایا تو اس نے کہا تیسرا بھائی پیاسا ہے۔ اسے دو۔ علیٰ ہذا القیاس نو دس آدمیوں کے پاس وہی پیالہ لایا گیا۔ جب آخری سے پہلے کے پاس پلانے والی پہنچی تو وہ شہید ہو چکا تھا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام نے جان سپرد خدا کی۔ لیکن پانی دوسرے کو

دیتے رہے۔ محض اسی خیال سے کہ میرا بھائی پیاسا نہ رہے۔ میری تو خیر ہے۔ آیت کریمہ :

يُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَه

(یعنی اگر چہ آپ بھوکے بھی ہوں دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں)

ہر عمل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسی طرح ہوتا تھا۔ ایک کو تکلیف ہوتی تو تمام بے چین سے بے قرار ہو جاتے۔

مسلمان کی دشمن تمام غیر مسلم قومیں ہیں۔ اور ان کی کوششیں محض مسلمانوں میں تفرقہ اور جدائی ہی کیلئے ہوتی ہیں۔ امریکہ کو دیکھو ہر ملک میں اس کے جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں ہر طرح کی سعی و کوشش کرتا رہا اور کر رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے خانہ جنگی اس میں پیدا ہو۔ چنانچہ شیعہ سنی کے اختلاف کو ملک کی تباہی کا باعث سمجھ کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیعہ لوگوں کا مذہب نہایت خسیس و گمراہ کن ہے۔ ان کے مذہب میں جھوٹ بولنا باعث نجات اور سچ بولنا عذاب کا سبب ہے۔ ان کی اپنی کتابوں میں ہے۔ جس نے سچ کو چھپایا وہ قیامت کو سرخرو ہوگا۔ اور جو سچ کو نہ چھپائے گا قیامت کو اس کا منہ سیاہ ہوگا۔ تو انہیں چاہیے اپنا مذہب اپنے ہی پاس رکھیں۔ اگر چہ حق کو اختیار نہیں کرتے تو مسلمانوں کو ستانا اور تکلیف دینا تو چھوڑ دیں۔

ہمارا پاکستان چھوٹا سا ملک ہے اور مجروح ہو چکا ہے۔ ہندو۔ امریکہ۔ یہودی و دیگر غیر ممالک آئے دن اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ اسے اور کمزور کیا جائے۔ اور یہی لوگ کفار کے پٹھو بن کر طرح طرح کی ریشہ دوانیاں کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا مقابلہ ہندوستان سے ہو یا امریکہ وغیرہ سے تو چاہیے گھریلو جنگیں اور آپس میں اختلافات جو ملک کیلئے نقصان دہ ہوں ان کو ختم کرنا لازمی ہے۔ شیعہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر کچھ کریں خواہ مخواہ مسلمانوں کو ستا کر ایک عالمگیر فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ارے صدر کو صحت عطا فرمائے۔ اس نے ہر قسم کے فتنوں کو فرو کر کے پاکستان کا نام بلند کیا ہے۔ کئی لوگ فتنہ پرور ہوتے ہیں۔ فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن صدر ایوب نے باوجود جاسوسوں کے ملک کی بہبودی میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑی اگر چہ ہمیں یہ امید نہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ یا امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ یا امیر المؤمنین حضرت علیؓ جیسی ہستیاں تشریف لائیں گی لیکن دوسروں کی نسبت کام زیادہ کرنے والا ہی تو صدر ہونے کے قابل ہوگا۔ دوسروں کو ہم دیکھ چکے ہیں۔

انہوں نے کونسا سہرا پاکستان کو باندھا۔ اگر ملک کو سنبھال نہیں سکتے تو کم از کم فتنہ پرداز تو نہ بنیں۔ ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ سوائے ہندو وامریکہ کے یہ فتنہ پردازی نہیں ہو سکتی اور یہ شیعہ ان کے جاسوسوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ انہیں کہتے ہیں کہ اپنا جذبہ قائم کرو۔ مضبوط ہو جاؤ۔ فتنہ پیدا نہ کرو۔ بھٹو وغیرہ اشتہارات کے ذریعے اور دورے لگا کر بھی لوگوں کو اکسا رہے ہیں کہ سیال شریف مسلمانوں کی مرکزی جگہ 'روحانی' مذہبی مرکز' تعلیمی مرکز ہے۔ اس کے مقابل بے دینی اور فتنہ انگیزی کا ادارہ قائم کریں۔ ایمان بگاڑ دھا کر مسلمانوں کو تکلیف دیں۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ سیال شریف ہمارا روحانی مرکز اور تعلیمی ادارہ ہے اور یہ لوگ اس ادارہ کو فساد کی لپیٹ میں لانا چاہتے ہیں تو کسی مسلمان نے یہ برداشت نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ فساد ایک وقت میں نہیں ہو گا بلکہ ہمیشہ کا فساد رہے گا۔ اور یہ فتنہ ایک ہی جگہ پر نہیں رہے گا بلکہ تمام ملک میں ہل چل مچ جائے گی۔ پہلے بھی تو اتنا عرصہ گزارہ ہو تا رہا ہے۔ لیکن اب شرارت پسند فرقہ نے ان بے وقوفوں کو اٹھایا ہے اور یہ بے عقلی سے کام لے رہے ہیں۔ اگر اس شرارت سے باز نہ آئے تو یہ فساد ہمہ گیر ہو گا۔ اس لئے ان بے وقوف و نااہل لوگوں کو چاہیے کہ ہوش سے رہیں۔ ورنہ تمام ملک اس فساد کا شکار بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قائم رکھے۔ اتفاق بخشے۔ جماعتی زندگی نصیب فرمائے۔ امین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خطاب درپارہ دارالعلوم ضیائے شمس الاسلام سیال شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا

(آل عمران: ۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ کا (وہ) احسان یاد کرو جو تم پر ہے (وہ) یہ کہ جس وقت تم آپس میں دشمن تھے پھر (خدا نے) تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پھر اس کی مہربانی سے تم (ایک دوسرے کے) بھائی بن گئے۔

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرات! میرے محترم عزیز میری آنکھوں کے نور! صاحبزادہ کرم شاہ صاحب نے جو تقریر فرمائی ہے اس کے بعد تو کسی مسئلہ کو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ کوئی چیز نہیں رہ گئی جو بیان نہ ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر کرم فرمائے۔ اس چشمہ فیض کو سرسبز و شاداب رکھے۔

میں نے دو تین باتیں کہنا ہیں۔ ایک تو آستانہ عالیہ کے متعلق خوشخبری پیش کرتا ہوں جس طرح شاہ صاحب نے پیش کی ہے۔ کہ دارالعلوم اس سطح پر پہنچ چکا ہے کہ اس وقت کوئی بڑی سے بڑی یونیورسٹی بھی تعلیم کے لحاظ سے اسے نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ

تمہارے جذبہ خدمت پر ثواب دارین عطا فرمائے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان میں طرح طرح کے ادارے ہیں۔ اگر تمام اداروں کو اکٹھا کیا جائے تو دارالعلوم سے کوئی نسبت نہ ہو گی۔ نہ ہی کیفیت کے لحاظ سے نہ کمیت کے لحاظ سے۔ کیفیت تو یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم کے مقابلہ میں دین اسلام کے خلاف جب میرے بھائیوں نے سنا کہ مخالفین معاندین لوگ ایک بے دینی کا اڈا قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں کوئی ان کی عمارت نہیں کسی قسم کی آبادی نہیں اہل روافض نے سیال شریف (بس سٹاپ) کے بالکل قریب "امام بارگاہ" کی بنیاد رکھی جس سے امن امان کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اور ہمارے متوسلین اس سے آگاہ ہوئے۔ یہ لوگ ہمارے جذبات مجروح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر دس ہزار افراد وزیرستان سے آگئے۔ اور چیلنج دیا ہے کہ بے دین بد نظر کو ہم اڑا کر رکھ دیں گے۔ آفریدی' بنوں کوہاٹ اور دور علاقوں سے قربانیاں دینے والوں نے جذبہ اسلام سے سرشار ہو کر اور دشمن کے ارادوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ ان لوگوں کے جذبہ کا اندازہ لگائیں کہ وہ ایک اشارہ پر آگ میں کود جانے والے اور جانوں کی بازی لگا دینے والے تھے۔ ایسے مسلح ہو کر آئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اہل تشیع' روافض کا تختہ الٹے بغیر نہیں رہیں گے۔ لیکن انہیں بڑے تدبر سے اور بڑے حیلے سے واپس کیا گیا۔ میں اب دنیا کے بڑے بڑے اداروں کے حوالے سے پوچھتا ہوں۔ کسی کو یہ توقع ہے کہ ایسے موقع پر اطلاع دینا تو جائے خود بلانے پر بھی اس طرح معاونین سر دینے کو تیار ہو جائیں گے۔ وہ دس ہزار تو محض نمائندے بن کر آئے تھے۔ اور صرف اڑتی ہوئی خبر کی تحقیق کیلئے آئے۔ یہ تو ہے ہمارے دارالعلوم کی کیفیت۔ جو محض خدمت اسلام کے صدقہ سے اسے نصیب ہو چکی ہے۔

اور کمیت کے لحاظ سے دیکھیں (تمام پاکستان' افغانستان اور صوبہ سرحد میں پیر سیال بانی دارالعلوم ہذا کا فیض ہے۔ حضور غریب نواز پیر پٹھان کے غلام پیر سیال ہیں۔ اس شمس کا فیض بہت دور تک ہے۔ اور تونسوی غریب نواز نے اس شمس کو ایسا چمکایا کہ اس کی روشنی دور دراز ممالک تک پھیل چکی ہے۔ اکٹھے بھی ہو جائیں تو تمہارے سامنے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ یہ کمیت ہے۔

بھائیو! عنایت اللہ مشرقی نے مجھے خط لکھا کہ ہماری جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ تو اپنی جماعت کی تعداد شماری کر کے پھر اندازہ لگا۔ آیا تجھے ہمارے ساتھ شریک ہونے

کی ضرورت ہے یا مجھے آپ کی تحریک میں شریک ہونا چاہیے؟ ہمیشہ دریا سمندر کی طرف جاتا ہے۔ سمندر دریا کی طرف کبھی نہیں آسکتا۔

سیال شریف کے متوسلین جن سے کوئی جماعت بھی برابری نہیں کر سکتی۔ نہ تعداد کے لحاظ سے نہ طاقت کے لحاظ سے اور نہ ہی کیفیت و کمیت کے لحاظ سے۔ تو انہیں کسی کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنا اتفاق و اتحاد قائم رکھیں۔ جس وقت سیال شریف کے متوسلین نے یہ خیال کیا کہ پاکستان بنائیں تو ایک کہرام مچ گیا کہ پاکستان بنانا ہے۔ تمام صوبہ سرحد مل گیا تھا۔ بالآخر پاکستان بنا۔ انگریز کا پنجہ استبداد اکھیڑ کر رکھ دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ تو اب ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کسی کی طرف جائیں۔ اس پر میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی ہے۔ پھر دیکھو تو نسوی غریب نواز کی یہ شاخ ہے اور سیال شریف کے ماتحت گدیاں ہیں۔ جلال پور شریف 'مرولہ شریف 'گولڑہ شریف۔ یہ سب تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے۔ لازمی ہے کہ تشتت نہ اختیار کریں۔ بلکہ اس کو مضبوط کریں۔

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام صرف ترجمان نہیں بلکہ اس کی جاذبیت اس طرح ہوگی کہ تم دیکھو لو گے۔ تمام مذاہب باطلہ جتنے بھی ہو چکے ہیں یا ہوں گے۔ ان کے مقابلہ میں ایک مستحکم قلعہ ہے۔ اس کو مضبوط بنائیں۔ اسے قائم رکھیں۔ تاکہ بڑی ہوائیں۔ تند آندھیوں اور فتنوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے۔ مزید یہ بھی دعا کریں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کہ ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب اور کرم شاہ صاحب کی عمر دراز ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر علم و عمل میں برکت دے یہ سیال شریف کا ایک مینار ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے۔ تمام معاونین پیر بھائیوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ خود بخود متوجہ ہوں۔ بار بار کہنے کی ضرورت نہ ہو۔ حصول قرب کیلئے دوری اختیار کرنا عشاق کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ لہذا شوق و ذوق کا حجاب ہوا کرتا ہے۔

ساطلب بعد الدار عنکم لتقربوا   وتسکب عینای الدموع لتجمدا

ہمیں چندے کی تقریریں نہیں کرنی ہیں۔

کوئی دعویٰ کرے کہ ہم علم کا جھنڈا بلند کر رہے ہیں۔ لہذا چندہ دیا جائے۔ یہ محض تجارت ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں دارالعلوم کے اخراجات اس طرح آپ لوگ سرانجام دیں کہ

کسی کو کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑے کہ طلباء کے طعام، مکان، کتابیں، روشنی وغیرہ کے انتظامات واخراجات کادارالعلوم خود کفیل ہے۔اس کام کو سرانجام دینااور ہر طرح کے نشیب وفراز کا خیال کرنا بھی ہماراسب کا مشترکہ فرض ہے۔ تمام دعاکرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت دین ہمیشہ کیلئے نصیب فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

یوم دفاع کے موقع پر خطاب (۱۹۶۶ء)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمِنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ۔وَنَشْھَدُاَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔بَلَّغَ الرِّسَالَۃَوَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّابَعْدُاَفَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِیْنَ بِمَآاٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (آل عمران :۱۶۹۔۱۷۰)

(اور اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہرگز مردہ نہ کہو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔وہ رزق دے جاتے ہیں اور خوش ہیں۔اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے)

درود شریف : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِک وَسَلِّم

حضرات !اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے طفیل پیارے صحابہ کرام کے طفیل اور اولیائے عظام کے طفیل ان تاریخوں میں گزشتہ سال ہمیں فتح بخشی اور بہت ہی بڑی فتح عطا فرمائی۔دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ دشمنوں پر ہمیں غلبہ عطا فرمائے۔سعادت دارین سے نوازے۔دشمنوں اور اعدائے دین کو ذلیل و خوار کرے۔تین تین بار قل شریف پڑھ کر تمام شہید ہونے والوں کی ارواح کو ثواب پہنچائیں۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ ۳ مرتبہ۔

شہادت کے متعلق تھوڑا عرض کرنا ہے۔اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ

جنگ بدر' جنگ احد میں جو صحابہ کرام شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔ خدایا ہمیں دنیا پر ایک بار بھیج جا کر جمعہ پڑھیں۔ دنیا والوں کو خوشخبری دیں کہ ہم زندہ ہیں۔ اور شہداء کی نعمتیں اور رضامندی باری تعالیٰ بے شمار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری طرف سے میں ہی فرمادوں گا۔ چنانچہ آیت لاتحسبن الخ کا یہی شان نزول ہے:

مامن احد یدخل الجنة ان یرجع الی الدنیا وله مافی الارض من شئی والشهيد يتمنى ان يرجع الى الدنيا فيقتل عشر مرات لما يرى من الكرامة متفق علیہ (مشکوۃ باب الجهاد۔ الفصل الاول)

(ابوداؤد : جہاد' حدیث نمبر ۲۷)

چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا۔ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (آل عمران : ۱۶۹۔۱۷۰)

(اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہر گز مردہ نہ کہو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ وہ رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں۔ اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے)

حدیث پاک میں ہے کہ شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے وہ اپنا مقام جنت میں دیکھ لیتا ہے۔ پیر پٹھانؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص ہر وقت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا تھا اور ہر وقت چاٹتا رہتا تھا۔

اس سے پوچھا گیا۔ اس طرح تو کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا ایک دفعہ انگریز کے ساتھ جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے بڑی دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ہم میں سے کچھ مسلمان شہید ہوئے۔ ہم نے دیکھا حوریں بہشتی شربت لے کر ان تمام کو پلا رہی ہیں۔ میں زخمی تھا۔ ایک نے میرے منہ میں لگایا۔ میں نے پینا چاہا تو دوسری حور نے پلانے والی کو کہا۔ اری زندہ کو۔ اس نے میرے منہ سے ہٹالیا۔ اس شربت کی لذت اور چاشنی ہر وقت میرے ہونٹوں سے آتی رہتی ہے جو میں زبان سے چاٹتا ہوں۔ شہداء کی نعمتوں کے متعلق آتا ہے۔

لاعین رات ولااذن سمعت ولا خطر خطرت ببال (یہ ایسا مزہ ہے کہ کسی آنکھ نے نہ دیکھا۔ نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے دل میں کھٹکا)

کسی نے خوب کہا ہے:

مزا جو موت کا عاشق بیاں کرتے مسیح و خضر بھی مرنے کی التجا کرتے۔

جمعہ کا دن ہے۔ میں بھی دعا مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت کی سعادت نصیب فرماوے۔ کیونکہ مرنا تو ضرور ہے جس وقت بھی موت آئے شہادت ہو۔ حضرت علیؓ کو حضرت امام حسنؓ آپ کے صاحبزادے دیکھتے ہیں کہ قمیص کی آستینیں چڑھائے ہوئے تلوار کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ عرض کی۔ یا ابت لیس ھذا۔

فرمایا یہ موت کے خوف کی وجہ ہرگز نہیں بلکہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

ای یومین من الموت افر یوم لا یقدر ام یوم قدر

یوم لا یقدر لایاتی القضا یوم قد قدر لا یقضی الحذر

دونوں میں سے کس روز موت سے ڈروں۔ جس دن موت مقدر نہیں یا جس دن مقدر ہے۔ جس دن مقدر نہیں اس دن تو موت آئے گی نہیں اور جس دن مقدر ہو چکی ہے ڈرنے سے کیا فائدہ۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ (الاعراف: ۳۴)

(پھر جب ان کا وقت آتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہوں گے اور نہ آگے)

یعنی جب ان کی موت آئے گی تو ایک ساعت بھر بھی موخر اور مقدم نہیں کر سکتے)

جب مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے تو موت شہادت ہی چاہیے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں" المقتول میت باجلہ "مقتول اپنی اجل کے سبب ہوتا ہے یعنی یہ خیال کوئی نہ کرے کہ قاتل کا موت میں دخل ہوتا ہے بلکہ اجل مقررہ اسباب کے تحت ظاہر ہوتی ہے۔

بھائیو! جہاد کیلئے ہر وقت تیار رہو۔ کیا معلوم کس وقت مقابلہ کرنا پڑے۔ نہ ایوب خان کیلئے لڑنا ہے نہ دنیاوی وجاہت یا اور کسی مقصد کیلئے بلکہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی رضا کیلئے اگر شہید ہو جاؤ تو اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو۔ پچھلی جنگ میں میرے پیر بھائیوں نے اور آستانہ عالیہ سیال شریف سے متعلقین نے دل کھول کر مالی' جانی خدمات سرانجام دیں۔ مجھ جیسے درویش غریب آدمی نے پچاس (۵۰) تولہ سونا دیا۔ اور یہ سب کچھ محض رضائے باری تعالیٰ کیلئے ہم تو دنیا کی ہر نعمت و عزت کو جوتے کی نوک سے ٹھکرا دینے

والے ہیں۔ ہم حکومت کے محتاج نہیں بلکہ خداتعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ہماری حکومت بھی اسی احکم الحاکمین کی محتاج ہے۔ تو تمام اعمال میں صرف اسی وحدہ لاشریک لہ ذات کی رضا ہونی چاہیے۔

ایک تنبیہ :

علاوہ ازیں ایک ضروری بات کہنی ہے کہ ایک نیا بے دین کھڑا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ نمازیں پانچ فرض نہیں صرف تین نمازیں فرض ہیں۔ قرآن مجید کو میں نے سمجھتے ہوئے بتایا ہے۔ پہلے تمام لوگ معاذ اللہ گمراہ تھے۔

بھائیو! اس میں شک نہیں ہے۔ ہر چیز قرآن مجید میں موجود اور اس مقدس کتاب سے سمجھی جاتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے :

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ

لیکن قرآن پاک سمجھنے کیلئے جس ذات پر نازل ہوا اس کی محتاجی کرنی پڑتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہماری لیاقت ہمارے ظرف اور ہمارے اندازے کے موافق مطالب و معانی بیان فرمائے جتنی ضرورت تھی اتنا ہی بیان فرمادیا۔ جس کی ضرورت نہ تھی وہ نہیں سمجھایا آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سمجھایا۔ اور صحابہ کرام سے دوسروں نے سمجھا۔ لہذا ہمیں قرآن پاک سمجھنے کیلئے حدیث پاک کی محتاجی لازمی ہے۔ حدیث پاک کا واسطہ اور محابا پیش کرنا پڑتا ہے۔ سوائے حدیث پاک کے قرآن پاک کو سمجھنا ناممکن اور محال ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس کوئی کہے کہ میں نے بغیر واسطہ احادیث کے قرآن مجید کو سمجھا تو یہ بڑی بے قوفی بڑی جہالت و نادانی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ شخص ایک نماز کا وقت تو بغیر حدیث پاک کے واسطہ کے قرآن مجید سے ثابت کر کے دکھائے؟ کلام پاک کو کہیں ہمارے ساتھ بولے اور کلام کر کے ہمیں نماز روزہ احکام شریعت کے مسائل سمجھائے تو یہ کلام پاک ہمارے ساتھ بغیر حدیث پاک کے محابے اور واسطے کے بولنے کو تیار نہیں ہے۔ بعض بے وقوف جاہل کافر کہتے ہیں کہ صرف تین نمازیں ہیں۔ پانچ کہاں سے آگئیں۔ ایسے احمق اور نادان لوگ نہ قرآن مجید سمجھے نہ حدیث پاک اور اپنے آپ کو عالم کہنے لگ گئے۔

مستدرک حاکم ج: ۴ ص: ۴۶۹ پر حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے:

آپ نے فرمایا کہ "آخر زمانہ میں خدا تعالیٰ کا خوف چلا جائے گا۔ بالکل خوف دلوں میں نہ رہے گا۔" خوف کے متعلق میں پہلے بتادوں۔ جس کو یقین ہو۔ بل میں سانپ ہے۔ کیا وہ اس بل میں انگلی ڈالے گا؟ نہیں۔ کیونکہ اسے سانپ کا خوف ہے۔ اسی طرح جس کو عذاب کا خوف یا موت کا خوف ہے یا جسے یقین ہے کہ ہر ہر عمل کی باز پرس ہونی ہے۔ اس صورت میں خوف خدا دل میں ہو تو کیا وہ گناہ کے درپے ہوتا ہے؟ نہیں تو یہ ہے خوف کے چلے جانے کا مرتبہ یعنی گناہوں پر جرات۔ اسی طرح فرمایا پہلے خوف نہیں رہے گا پھر نماز کو ترک کر دیا جائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ نمازیں پانچ نہیں ہیں۔ بلکہ تین نمازیں ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت پیش کریں گے:

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (ھود: ۱۱۴)

(دن کے دونوں سروں پر باقاعدگی کے ساتھ نماز پڑھ اور رات کے کچھ حصے (میں)

اسلام کے ارکان یکے بعد دیگرے چھوڑتے جائیں گے۔ اور کہیں گے کہ پہلے لوگ تو گمراہ ہے۔ ہم نے اسلام کو سمجھا ہے۔ جب محبوب کبریا ﷺ نے ان کے متعلق پہلے فرمادیا ہے۔ اور آج ہم ایسے بد نیت اور بد مذہب لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ تو خواہ کنیڈا کے کسی مدرسہ میں پڑھ کر عالم ہوئے۔ یہ یہود اور یہود کے وظیفہ خوار ہیں۔ حدیث پاک ہے یہ لوگ دجال کے ساتھ اٹھائے جانے کے قابل ہوں گے۔

میں انہیں چیلنج دیتا ہوں کہ ایک نماز کو قرآن مجید سے ثابت کر دیں۔ صلوٰۃ کے سولہ سترہ معانی ہیں۔ اس کا معنی ہے۔ آگ پر گوشت کا بھونا۔ کسی کو آگ میں ڈالنا۔ آگ میں ہاتھ ڈالنا۔ گیلی لکڑی کو آگ میں ڈال کر گرم کرنا۔ پچھلے گھوڑے کو دوڑا کر اگلے کے ساتھ ملانا۔ سرینوں کا ہلانا۔ گھوڑے کی دم گھوڑے کے سرینوں والے حصے کو کہتے ہیں۔ اب بتائیں صلوٰۃ کا معنی انہوں نے ارکان مخصوصہ ادا کرنا کہاں سے لیا ہے۔

جب حدیث پاک سے انکار کرتے ہیں تو قرآن پاک پر ان کا ایمان کس طرح ہے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ

صرف قرآن مجید ہی سے نماز کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ قیامت تک انہیں چیلنج ہے۔ سوائے

حدیث پاک کی محتاجی کے ۔ سوائے سنت رسول ﷺ کے صرف قرآن مجید سے ایک نماز ثابت کرکے دکھائیں۔ ہم کہتے ہیں۔ جو محبوب کبریا ﷺ نے فرمایا اور کرکے دکھایا۔ صلوٰۃ کا معنی جو آپ نے بتایا اور ہمیں سمجھایا۔ وہی ہمیں نصیب ہوا۔ اسی طرح زکوٰۃ کو لیں۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی کئی ہیں۔ زکوٰۃ کا معنی ہے ذبح کرنا۔ پاک کرنا۔ انگوری کا بڑھنا یا بڑھانا۔ ذہین ہونا۔ جس سے ذکی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ جاہل۔ بے وقوف احمق۔ بے دین کافر ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ لوگ پہلے مسلمانوں کو جاہل کہیں گے۔ یعنی جنہوں نے اجتہاد کیے۔ حدیث پاک کو سمجھا سمجھایا۔ اور کتاب اللہ کو بھی سیکھا۔ اور سمجھا سمجھایا۔ سنت رسول ﷺ پر عمل کرکے دکھایا۔ امامت کے مراتب حاصل کیے۔ معاذ اللہ وہ ان لوگوں کے نزدیک جاہل تھے۔ اور اب کینیڈا کے لونڈے اور خسیس ترین دشمن دین ہی کو قرآن مجید کے معانی سمجھ میں آئے۔ اتنے جاہل اور کمینہ فطرت انسان کو حکومت کیوں رکھتی ہے۔ البتہ اب تو اس نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اور حکومت نے منظور کرکے نکال دیا ہے۔ لیکن پہلے کس لیاقت اور قابلیت پر رکھا گیا تھا۔ کیا ۱۹۵۴ء کی چھپی ہوئی اس کی کتاب کو دیکھ کر رکھا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے گندے ذہن اور خسیس ترین فطرت کی داد دی گئی ہوگی۔ حکومت بہت بڑی اور اہم ترین ذمہ داریوں کی حامل ہے۔ اسے ہمیشہ کیلئے ایسے آدمیوں کو دبانا چاہیے نہ کہ زیر سایہ پال کر دین دشمنی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اب چونکہ وہ آدمی نکل گیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ کسی قسم کا شور نہ کرو۔ اب اتفاق اور نہایت متانت سے رہو۔ ہماری اپنی حکومت ہے۔ ہم نے ہی اسے کوششوں سے بنایا ہے۔ اور ہمارا اپنا ہی فریضہ ہے۔ اس کی ہر جانب کو اندرونی بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھیں۔ تمہیں جاننا چاہیے کہ ایسے لوگ یہود و نصاریٰ کے چیلے ہیں اور جاسوس وظیفہ خوار ہیں۔ ان کی طرف سے خفیہ طور پر وظیفہ حاصل کرتے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے حامل ہوتے ہیں۔ ملک کے اندر رہ کر حکومت کی ملازمتیں حاصل کرکے مسلمانوں کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہر فرد مسلمان کا فرض ہے۔ ایسے دشمنان ملک و ملت کی پڑتال میں

رہیں۔ آئندہ کیلئے حکومت کو بھی چاہیے کہ بدکار و بدمعاشوں کے دھوکہ میں نہ آئے۔ بلکہ انہیں بند رکھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے "ایسے لوگوں کا حشر دجال کے ساتھ ہوگا" تو ہمیں اور ہماری حکومت کو دجالوں۔ کذابوں کے پھندوں سے بچنا ضروری ہے تاکہ صحیح دین اسلام ہماری حکومت میں قائم ہو۔ نیک طینت انسان ارکان دولت بنیں۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ جہاد کیلئے تیار رہو' ہو سکتا ہے کسی وقت بلاوا آجائے ہم ہر وقت ایسی کوشش کیوں نہ کریں جو ہمیں دنیا و آخرت کی سعادت عطا فرمائے۔ ایسا راستہ کیوں نہ اختیار کریں جس پر چل کر رضائے الٰہی نصیب ہو۔ وہ کام جس کے کرتے کرتے زندہ رہیں تو کامیابی کی زندگی اور مر جائیں تو کامرانی کی موت اور جو حصول رضائے باری تعالیٰ ہے۔ وہ صرف جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ اس میں یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ نصیحتیں تو ہزاروں ہوتی ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ سب سے زیادہ نصیحت ترغیب جہاد ہے۔ جو بار بار تمہیں کہہ چکا ہوں اور کہتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمیں جہاد کی توفیق بخشے۔ اور شہادت کی موت جو ابدی زندگی کا سبب ہے۔ نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خطاب بر موقع یوم دفاع پاکستان (۱۹۶۷ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ حَبِيْبَكَ وَمَحْبُوْبَكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ وَنَصَحَ الْاُمَّةَ وَكَشَفَ الْغُمَّةَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(آل عمران: ۱۲۳)

(اور البتہ تحقیق اللہ نے (اس سے پہلے) تمہاری بدر میں مدد فرمائی حالانکہ تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو)

محترم حضرات اور میرے عزیزو! یہ جلسہ دفاع پاکستان کی یاد میں منایا گیا ہے۔ جس طرح تمام پاکستان میں آج مسلمانوں کی فتحیابی میں جلسے منائے گئے۔ شہداء کی ارواح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اسی طرح آج دارالعلوم میں قرآن کریم کا ختم ہوا اور ایک لاکھ درود شریف پڑھا گیا۔ علاوہ ازیں دوسری عبادتوں کا ثواب بھی یہاں سے ان پاک روحوں کو پہنچایا گیا۔ جنہوں نے ہندوستان کی فوجوں کا مقابلہ کر کے پاکستان اور اہل اسلام کا نام بلند کیا۔ تم لوگ اپنی زندگی کو اسلام کی ترقی کیلئے وقف کر دو۔ ہر وقت اسلام کے مخالفین کے سامنے سینہ سپر رہو۔ کیونکہ تمام اعمال سے بڑھ کر نیک عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل فرمائیں جو جہاد سے بڑھ کر ہو۔ جہاد بھی نہ کروں اور ثواب بھی اس عمل کے ذریعے زیادہ نصیب ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے یہ طاقت ہے کہ تمام عمر تو نماز کی نیت کر کے اسی میں بیٹھے۔ بالکل کوئی دوسرا کام نہ کرے۔ اس نے عرض کی یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ آخر

خورودونوش اور آرام وغیرہ انسان کیلئے ضروری ہیں۔ ان اوقات میں نماز کس طرح پڑھ سکتا ہے۔ فرمایا کیا تجھے طاقت ہے کہ روزہ رکھے اور تمام عمر روزہ کی حالت میں رہے۔ عرض کی یہ بھی نا ممکن ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو ایسا کر بھی سکتا۔ تب بھی مجاہد فی سبیل کی ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کیلئے سرحد پر گزارنے کے ثواب کا بھی مقابلہ نہ ہوتا۔ چہ جائیکہ مکمل جہاد اور پھر عمر بھر جہاد کیا جائے۔ معلوم ہوا۔ تمام اعمال سے بڑھ کر عمل جہاد ہے۔ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک محض بدنی اور دوسری محض مالی۔ تیسری بدنی اور مالی مشترکہ۔ حج کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ عبادت بدنی اور مالی مشترک ہے لیکن حاجی کو یقین ہوتا ہے کہ ایام حج کے بعد اپنی جائیداد گھر اور وطن واحباب ودیگر املاک حاصل کروں گا۔ صرف چند روز ہیں کہ جن میں حج کیلئے مذکورہ اشیاء ترک کرنی ہیں۔ لیکن مجاہد فی سبیل اللہ کی بدنی عبادت کا اندازہ ہم لوگ نہیں لگا سکتے۔ بلکہ ان مجاہدوں سے پوچھو جنہوں نے موسم گرما میں انتہائی گرمی برداشت کر کے رات دن دشمن کے مقابلہ میں کھڑے رہے۔ اور ایام سردی میں سخت برفانی علاقوں میں انتہائی سردی میں وقت پاس کر کے اسلامی قوت وشوکت کا لوہا منوایا۔ ان کے اردگرد دائیں بائیں سامنے پیچھے ہر سمت بمباری ہوتی۔ بم گرتے دیکھتے۔ لیکن ان کے قلوب مطمئن بلکہ جذبات سے بھرپور ہو کر دشمن پر لگاتار حملہ آور رہتے۔ علاوہ ازیں مجاہدین کا مالی مجاہدہ دیکھئے کہ تمام جائیداد 'باغات' خویش واقارب کو ترک کر کے صرف اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جاتے ہیں۔ اور تن من دھن کی بازی لگا کر محض رضائے ایزدی کی خاطر تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ اور حاجی کی طرح انہیں خیال تک نہیں ہوتا کہ یہ املاک وجائیداد دوبارہ سے حاصل کریں گے۔ بلکہ حقیقتاً اپنی طرف سے سب کچھ فی سبیل اللہ قربان کر جاتے ہیں۔ تو اب بتاؤ کتنی بڑی عبادت ہے۔ لہذا جس قدر عبادت اعلیٰ اور ریاضت زیادہ ہے اسی قدر ثواب کا مرتبہ بھی بڑھ کر ہے۔

حدیث شریف میں ہے مجاہد کا جہاں چابک گرتا ہے وہ جگہ "خیر من الدنیا ومافیہا" ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے متعلق فرمایا ہے:

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا (العادیات: ۱۔۲)

(قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے پھر چنگاریاں اڑاتے جاتے ہیں ٹاپوں سے)

مجھے گھوڑوں کے ہانپنے کی قسم اور جو دوڑ کر اپنے سموں سے آگ نکالتے ہیں اس کی

قسم یعنی وہ گھوڑے کہ جو میدان جنگ میں مجاہد فی سبیل اللہ حالت سواری لے جاتے ہیں ان کے متعلق فرمایا تھا: حالانکہ مجاہد کے متعلق فرمانا تھا۔ مجاہد تو در کنار گھوڑے بھی ذکر فرمائے۔ تو ان کی صفات کا ذکر فرما کر ان کی قسمیں بیان فرمائیں۔ اندازہ لگایئے مجاہد کا شان و مرتبہ کتنا بلند ہو گا۔

پچھلے سے پچھلے سال ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء میں جنگ ہوئی۔ ہمارے ایک ذلیل ترین دشمن خسیس ترین اور انسانیت کا بد ترین دشمن امریکہ نے ہمارے خلاف مقابلہ کیلئے ایک دشمن کو بھڑکایا ہر قسم کی امداد اس نے ہمارے مقابل کو دی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے وہ کرم فرمایا جس سے ہمارے مجاہدوں نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے اور تمام دنیا پاکستانیوں کی جرأت اور بہادری سے فتحیابی پر عش عش کر اٹھی۔ جرمنی اور دیگر ممالک میں پاکستان کی فتح اور کامیابی اور ہندو کی سر کوبی اور ناکامی کے مظاہرے فلموں میں دکھائے گئے۔ پاکستانی طاقت کو نہ صرف دشمنان اسلام بلکہ دیگر غیر جانب دار قومیں بھی مان گئیں۔ اور کیوں فتح نہ ہوتی جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد: ۷)

(یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی امداد کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا)

دوسری جگہ فرمایا:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (ہم پر مومنوں کی مدد کرنا حق ہے)

اور یہ فرمان محض اپنے محبوب ﷺ کی امت کیلئے اور اس امت کی لاج رکھی ہے باوجودیکہ ہم میں ہر قسم کی بدکاریاں طرح طرح کے گناہ ہیں۔ عصیاں و نافرمانی و روگردانی ہم میں پائی جاتی ہیں۔ غیر کی حق تلفی وغیرہ ہر قسم کے گناہ ہم میں موجود ہیں۔ لیکن اس واحد لاشریک ذات نے اپنے محبوب و حبیب پاک ﷺ کے طفیل وہ لاج رکھی کہ خود امریکہ نے جنگ بند کرادی جب اسے معلوم ہوا کہ اگر جنگ بند نہ ہو تو کفار کا تختہ الٹتا ہے۔ مسلمان اب ہندو کو نہیں چھوڑتے تو اس وقت مجبور ہو کر اسے جنگ بند کرانا پڑی۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کے طفیل ہم سب کو مجاہدین اور خدام اسلام میں رکھے۔ جو

ثواب ختم قرآن کریم کا اور درود پاک کا و دیگر وظائف و عبادات کا میرے ملک ہوا ہے وہ اور جو کچھ میں نے پڑھا ہے سب ثواب حضور پر نور جناب سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے دربار دربار میں نذرانہ پیش کیا۔ اور آپ ﷺ کے طفیل تمام انبیاء علیهم الصلوٰة والسلام کے ارواح اور خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام و شہداء کے ارواح کو بخشا۔ ان تمام مقبولین کے طفیل ہمیں دنیا میں اور قبر و حشر میں اپنی رضا کے تحت رکھے۔

علم کی تعریف

علاوہ ازیں ایک چیز طلباء کو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ غور سے سنیں۔ علم کس کا نام ہے۔ کیا یہی علم ہوتا ہے کہ چند کتابیں پڑھ لیں یا سمجھ لیں یا کوئی ایک کتاب یاد کرلی۔ تو علم ہو گیا؟ نہیں نہیں! بلکہ علم اور چیز ہے۔ وہ ایک حالت ہوتی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام و فرامین پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کا نام حالت انجلائیہ ہے۔ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ محض ایک ہی ہے کہ انسان وہ کام کرے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہو نہ کہ جن کے سبب سے اس کی ناراضگی ہو۔ گناہ سرزد ہو تو اس طرح توبہ کرے کہ بعد میں اس گناہ کا خیال تک نہ آئے۔ گناہ کرنا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن یاد رکھو توبہ کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔ ایک بزرگ لکھتے ہیں۔ جب توبہ کا نام یاد کرتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں۔ توبہ کر کے اس پر قائم رہنا نہایت مشکل ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک شخص اپنے مکان پر چڑھا اسے معلوم ہوا کہ میری والدہ مکان کے اندر ہے۔ خوف زدہ ہو کر نیچے اترا۔ اور محض اس بات کیلئے جنگل میں جا کر ساٹھ سال توبہ کرتا رہا کہ میرے پاؤں مکان پر چڑھنے کی وجہ سے میری والدہ جو کہ مکان کے اندر تھی کے اوپر ہوئے۔ اور اتنا گناہ مجھ سے سرزد ہوا۔ اتنی مدت توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا کہ فلاں شخص کو فرمادو کہ جس وقت تو مکان پر تھا۔ تیری والدہ مکان کے اندر نہیں تھی بلکہ باہر تھی۔ لہذا تیرا گناہ بالکل نہیں ہے۔ تیرا خیال تو والدہ کی گستاخی کا ہے۔ یقین کر بلکہ خوش خبری سن کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں نے اس کا فرمان تجھے پہنچایا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نعمت سے نوازا ہے۔ جو کچھ تجھے کہا ہے باذن اللہ تعالیٰ آگاہ کیا ہے۔ یہ سن کر اس نے شکر ادا کیا۔ الحمد للہ پڑھا۔ چونکہ توبہ اتنی مشکل ہے

کہ فقہا کرام نے مختلف صورتیں لکھی ہیں۔ بہر حال خون کے آنسوؤں سے گناہوں کو دھونے کا نام توبہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دل میں گناہ باقی رہے اور زبان پر توبہ توبہ کرتا رہے:

؎ دردل اثر گناہ ودر لب توبہ یارب زیں توبہ "توبہ توبہ"

پس دل کو پاک رکھو۔ زبان صاف رکھو۔ تم گھر بار چھوڑ کر آئے ہو۔ صرف چند کتابیں پڑھ لینا اور اپنی حالت کو نہ سنوارنا سراسر خسران ہے۔ میں نے کئی طلباء دیکھے۔ پڑھتے پڑھتے داڑھیاں سفید ہو گئیں لیکن "ایسا غوجی" ہی پڑھتے رہے۔ بجائے کامیابی کے ناکامی حاصل کی۔ اور ایسا نقصان محض عادات سیۂ اور بداخلاقی کے سبب سے ہوتا ہے۔ اچھی عادتیں ہوں تو سب لغزشیں عفو وعافیت کے تحت جاتی رہتی ہیں۔ اخلاق حمیدہ اور عادات حسنہ کو چھوڑ دینا بدکاریاں، عصیاں ونافرمانیاں اختیار کرنا یہی نتیجہ لاتا ہے۔ کہ

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَة ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنَ

اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق بخشے۔ اپنے محبوب ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی طاقت بخشے۔ دنیا و آخرت کی سعادت نصیب فرمائے۔

الصلوٰة والسلام علی سید المرسلین۔محبوب رب العالمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(۷۔ ستمبر ۱۹۶۷ء کی رات بعد از نماز مغرب)

مسلمان کی زندگی کا مقصد

مسلمانانِ پاکستان کو انتباہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ

ہر سچا مسلمان جس وقت تکالیف شرعیہ کے ساتھ مکلف ہوتا ہے۔ اسی وقت سے تمام فرائض پر مقدم فرض اعلاء کلمۃ اللہ یعنی دین متین کا بول بالا کرنا اس کے ہر لمحہ زندگی کا مطمع نظر اور اس کی ہر طرز وادا کا مقصود بالذات ہو جاتا ہے۔ اور اپنی ہر حرکت و سکون صرف اور صرف اسی مقدس مقصد پر مبنی قرار دیتا ہے۔ اور اس اولین فرض کی ادائیگی کیلئے ہر قربانی بطیب خاطر پیش کرنا سنت خلیل اللہ یقین کرتا ہے۔ اور اپنی زندگی کا حاصل و ثمرہ اسی کو جانتا ہے۔ اس فرض سے باز رکھنے والی ہر صورت کو صورت شیطان مانتے ہوئے اس پر پتھر پھینک کر تیزی کے ساتھ اس سے گزر جاتا ہے۔ اس کا دل غیر خدا کے خوف سے پاک ہوتا ہے۔ وہ اس حقیقت پر ایمان رکھتا ہے کہ موت کے مقررہ وقت سے پہلے میں نہیں مروں گا۔ اور موت کے دن میں گھر بیٹھنے اور کسی محفوظ ترین اور پوشیدہ جگہ میں چھپ جانے سے نہ بچ سکوں گا۔ فلسفہ موت وحیات اس پر واضح ہے کہ موت آئی تو ٹل نہیں سکتی۔ اگر وہ آئی نہیں تو پھر خوف کیا ہے۔ بلکہ اللہ اور اس کے مقدس رسول ﷺ کی رضا و خوشی کیلئے سر کٹانے کیلئے ابدی حیات کے حصول اور ان کی ناراضگی میں چند روزہ زندگی کو موت اور

بدترین موت شمار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو سچا مسلمان بنائے۔ اب فقیر علی الخصوص تمام برادران طریقت کی خدمت میں پرزور اپیل کرتا ہے کہ آنے والے لمحات مسلمانوں کو اپنی عزت وناموس بلکہ اپنے پیارے دین متین کی حفاظت کرنے کیلئے پہلی سی غفلت کی اجازت کسی صورت میں نہیں دے سکتے۔

ہندوؤں کے بعض ناعاقبت اندیش اور خود سر لیڈر جنگ کی آگ سلگانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ انہوں نے اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ کسی وقت بھی جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھے۔ ہندوؤں کے ایسے بے وقوف لیڈر واقعہ جانگاہ مشرقی پاکستان کا اعادہ چاہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ سچے مسلمان کا حافظ وناصر اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر مسلمان اس کے دین کی سربلندی کیلئے میدان میں آتا ہے تو اس کی محیر العقول امداد و فتح مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہو گی۔ یہ میرا ایمان ہے اور ہندو اپنی تاریخ میں لکھے گا کہ مسلمان کے خلاف جنگ کرنا ہندو قوم کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔ تمام فرزندان اسلام علی العموم اور متوسلین آستانہ اقدس علی الخصوص ہر وقت اس انتظار میں رہیں اور عید کے چاند کی طرح مسلمانی افواج کے افسر اعلیٰ کی تلوار دیکھنے کا انتظار کریں کہ جس وقت نعرۂ جہاد بلند ہو فوراً پس وپیش لبیک کہتے ہوئے جہاد میں کود پڑیں۔ اس قسم کے امتحان بار بار نہیں ہوتے اور اپنے پیارے خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے راضی کرنے اور اپنے گناہوں کو مٹانے کا وقت مشکل میسر آتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فتح مبین ونصرت عزیز مسلمانوں کو ہو گی اور ہندوؤں کو عبرتناک سزا ملے گی۔ یہ گذارش اس ضمن میں ہے کہ یہ وقت آپس میں فتنہ وفساد لڑائی جھگڑے کا نہیں۔ اس وقت تمہاری عزت وناموس اور دین ومذہب کا خطرناک دشمن صرف ہندو ہے۔ جو ہر وقت اس فکر میں ہے کہ خدانخواستہ آپ کو نیست ونابود کر کے آپ کے وطن پاکستان کو ہندوستان کے ساتھ ملائے۔ اور پاکستان کی مساجد اور خانقاہوں پر ہندو کا خبیث جھنڈا لہرائے۔ مگر ان شاء اللہ العزیز ہندوؤں کا یہ مکر خاک میں مل جائے گا اور ان کے یہ سپنے شرمندہ تعبیر نہ ہوں گے

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (الصف : ۱۳)

(جس کو تم پسند کرتے ہو وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتحیابی اور ایمان والوں کو خوشخبری سنادے)

آخر میں فقیر تمام غازیان اسلام "ایدھم اللہ بنصرہ العزیز" کی خدمت میں عید کی مبارک باد پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنی زندگی فوجی خدمات کیلئے وقف کر دی۔ انہیں مبارک ہو۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

خطاب دراصلاح احوالِ فرد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (توبہ: ۱۱۹)

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ رہو)

انسان بہت ہی غافل ہے۔ انسان کی غفلت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ باوجودیکہ طرح طرح کی تنبیہات کی جاتی ہیں پھر بھی غافل ہے۔ اسی موت کی طرف خیال کیا جائے تو کوئی ایسا گھر نہیں ہے جس میں کوئی فوت نہ ہوا ہو۔ شہروں سے لوگوں کا فوت ہونا مال مویشیوں کا ضائع ہونا۔ باغوں سے پھل کا خراب ہونا کھیتوں کا ختم ہو جانا بیماریوں کا تکلیفوں اور مصیبتوں کا آنا یہ تنبیہات نہیں تو اور کیا ہیں۔ دنیا نہ ہمیشہ ساتھ دینے والی نہ ہی کسی کی ملکیت بلکہ دنیا کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جسے چاہے دے دے۔ چاہے لے لیوے۔ ہر انسان کو لازمی ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ خاص کر جو آدمی کسی ولی اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کیلئے تو فراموش کرنا بے عقلی ولا دینی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ویسے پیدا نہیں کیا بلکہ اسے بہت بڑی ذمہ داری کا حامل بنایا ہے۔ جب ہر چیز انسان ہی کی لئے پیدا فرمادی۔ جیسے فرمایا کہ :

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ: ۲۹)

(اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب بنایا)

تو انسان کی پیدائش ویسے نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے انسان کو پیدا فرمایا: کما قولہ تعالیٰ :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذاریات: ۵۶)
(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کیلئے پیدا کیا)

جب اپنی ہی ذات کیلئے انسان کو پیدا فرمایا اور انسان اس ذات کا خیال نہ کرے تو اس کی پیدائش کا کیا فائدہ۔ دیکھو کوئی گھوڑا خرید کرے اور وہ گھوڑا سواری کا کام نہ دے یا اونٹ گائے، بھینس وغیرہ اپنی تحویل میں لے اور ان سے اصلی مفاد حاصل نہ کرے۔ یا وہ جانور پوری طرح ضروریات و فوائد سرانجام نہ دیں تو خریدنے والا انہیں ضائع کر دے گا۔ اسی طرح انسان اپنا فریضہ ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب کی زد میں دے دیتا ہے۔ انسان سے بوجھ کا کام لینا ہو تا تو گدھا اس سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اس کی پیدائش کا مقصد ایام زندگی میں کھانا پینا چلنا پھرنا سونا اور آرام کرنا وغیرہ ہوتا تو چارپائے بھی یہ کام سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ پھر فرق کیا رہا؟ تو معلوم یہ ہوا کہ مقصود بالذات انسان کا ظاہری گوشت پوست نہیں ہے بلکہ اس کے اندر پوشیدہ انسان جو اعلیٰ اخلاقیات اور کامل روحانیت سے مرکب ہے اور جو گوشت پوست کے نمائندہ نفس احد لذات ظاہر یہ اور دنو یہ کا مد مقابل ہے اور اس کی اصلیت ملکوتی ہے اور اس ملکوتی اصلیت کو غالب کرنے کیلئے اتقاء اور صدق جیادی مہمات ہیں۔ اسی لئے تقاضا کیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھی ہو جاؤ۔

یہ صفات پیدا کرنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ اس باطنی انسان کے مظہر یعنی ظاہری وجود کو بھی پاک کیا جائے اور اس کے اندر ایک نفس مطمئنہ پیدا کیا جائے۔ لہٰذا مظہر یعنی جسد ظاہر کی پاکیزگی کا اہتمام فرماتے ہوئے فرمایا:

صوفیانہ تفسیر

لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۲۱)
(یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے وہ نہ کھاؤ)

اس میں شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام بوقت ذبح نہ لیا جائے وہ حرام ہے۔ کھانے کے قابل نہیں ہے۔ لیکن اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام نے اس آیت سے مراد لیا ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ "ما" ہے۔ جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے ہر کھانے والی چیز مراد لی جائے گی۔ اور کھانے والی اشیاء میں سانس بھی داخل ہے۔ لہٰذا بغیر ذکر اللہ تعالیٰ

کے سانس لینا حرام ہے۔

بھائیو! تم یہاں غوث اعظمؒ کے دربار پر آئے ہو محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے تو اس سے تعلق و رابطے تو قائم کرو۔ حاضری کا فائدہ تب ہے کہ پہلے گناہوں سے اور کرتوتوں سے توبہ کرکے آئیں۔ اگر توبہ نہیں تو پھر آنے کا کیا فائدہ۔ اگر حاضری دینے کے باوجود حالات تبدیل نہ ہوں تو حاضری مقبول نہیں ہوئی۔ تم یہاں آئے ہو گھر چھوڑ کے تکلیفیں برداشت کیں۔ خرچ کرتے ہو۔ نذرانے دیتے ہو۔ اگر برے عقائد برے کام نہ چھوڑے تو سب بے فائدہ ہیں۔

طریقہ ذکر

اپنے پیر بھائیوں کو خاص کر ایک وظیفہ بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کریں۔ آٹھ دس آدمی اکٹھے حلقہ کی صورت میں بیٹھ جایا کریں اور کلمہ شریف اس طرح پڑھا کریں۔ بعد نماز مغرب لاالٰہ الااللہ سو (۱۰۰) بار۔ ہر ساتویں بار محمد رسول اللہ ﷺ پڑھ کر کلمہ شریف پورا کرلیا کریں اور "الااللہ" ایک سو پچاس (۱۵۰) بار بعد میں اللہ ھو دو سو (۲۰۰) بار پڑھنا۔ اس سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ ذکر انسان کو مراتب اعلیٰ پر بمعہ منزل مقصود پر فوراً پہنچا دیتا ہے۔ جس طرح فرمان ہے :

؎ جائکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسید ۔۔۔۔ مستے شرابِ عشق بیک آہ ے رسند

جہاں دوسرے لوگ سالوں میں پہنچتے ہیں۔ چشتیاں کے غلام ایک آہ سے پہنچ جاتے ہیں۔ جس جگہ پر جہر کیا جائے وہ جگہ بھی فخر کرتی ہے اور کہتی ہے۔ میں وہی جگہ ہوں جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کا ذکر کیا گیا۔

بھائیو! اس جہر کو لازم پکڑو۔ ہاں طالب علم اگر نہ کر سکیں تو حرج نہیں ہے باقی پیر بھائی اسے نہ چھوڑیں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(۱۴۔ ذیقعدہ بعد از جمعہ)

خطاب در بیان قصہ آدم وابلیس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (یونس:۶۲)

(سن رکھو بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔)

حضرات! حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کے متعلق جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام ملائکہ سے فرمایا:

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ (الحجر:۲۹)

(پھر جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا)

اور اس امر کی تعمیل کا واقعہ یوں بیان فرمایا:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ (الحجر:۳۰۔۳۱)

پھر سب فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا مگر ابلیس نے اس سے انکار کیا)

تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ لفظ ملائکہ جمع ہے۔ اور قانون ہے کہ جمع معرف باللام ہو تو فائدہ استغراق کا دیتا ہے۔ معرف باللام ہونے کی حیثیت میں تمام فرشتے مذکور ہو گئے۔ لیکن پھر تاکید کیلئے لفظ کلھم فرمایا اور لطف یہ ہے کہ تاکید بعد تاکید یعنی اجمعون کے لفظ سے تو نہایت ہی تاکید فرمادی جس سے فرشتوں کی جماعت کا اتفاق ظاہر فرمایا اور الا ابلیس یعنی

ابلیس کے سوا۔ تو اس وقت اس نے دشمنی کی اور فرمان باری تعالیٰ سے روگردانی کی تو صرف ایک ابلیس ہی نے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قَالَ یَاإِبْلِیسُ مَامَنَعَکَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ أَسْتَکْبَرْتَ أَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۔ (ص:۷۵)

(فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو نے غرور کیا۔ یا تو میرے حکم کی مخالفت کرنے والوں میں سے تھا)

تو اس وقت ابلیس نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ

(تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو گارے سے پیدا کیا)

دوسری جگہ ہے:

قَالَ لَمْ أَکُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُوْنٍ (الحجر:۳۳)

(اس نے کہا میں اس کو سجدہ نہیں کرتا جس کو تو نے کھنکھناتی مٹی کے خمیر اٹھائے ہوئے گارے سے پیدا کیا)

تجھے سجدہ کرنے پیشانی رگڑنے کو تیار ہوں۔ تیرے سامنے سر جھکانے کو ہر وقت تیار ہوں۔ تیری عبادت کرتا ہوں۔ تجھی کو سجدہ کرتا ہوں۔ تو خالق ہے تو مالک ہے۔ تجھے سجدہ زیب دیتا ہے لیکن میں مخلوق کو کیسے سجدہ کروں۔ یہ تیری وحدانیت کے خلاف ہے۔ بظاہر عقل کا تقاضا یہی ہے کہ توحید محض یہی ہے کہ سوائے رب العزت کے دوسرے کو سجدہ نہ کرو۔ اسی کا نام توحید ہے۔ جو ابلیس نے اختیار کی لیکن یہ شیطانی توحید حقیقی توحید سے نہایت ہی دور ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّکَ رَجِیْمٌ۔ وَإِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ (ص:۷۷۔۷۸)

(فرمایا تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہوا اور بے شک روز جزاء تک میری تجھ پر لعنت ہے۔)

فَاخْرُجْ إِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ (الاعراف:۱۳)

(پس تو (اس سے) نکل بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے)

تیرے سامنے میرے حکم کو مانتے ہوئے اتنے شان والے فرشتے اور اتنی بزرگ ہستیاں سجدہ کر رہی ہیں اور تو ہی ایک موحد آگیا ہے؟

بھائیو! سوچنا پڑتا ہے۔ توحید کیا ہے۔ اگر وہ ذات حقیقی اپنی ہی حد ذات میں ہے تو اس کا ظہور کہیں بھی نہیں تو اس توحید کا نام ہے توحید شیطانی۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ توحید دو قسم کی ہے۔ ایک توحید حقیقت کہ جہاں بھی اس کا ظہور و جلوہ ہو وہاں سر جھکا دیا جائے۔ دیکھو آدمؑ کا جسد انور اگرچہ بظاہر جبرائیلؑ کے ہاتھوں سے بنا ہے۔ لیکن ذات باری تعالیٰ نے فرمایا:

خلقته بیدی (ص: ۷۵)

(میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا)

تو یہ ظہور وحدت اور جلوہ ربانی تھا جس کو شیطان نہ سمجھ سکا۔ توحید شیطانی یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے کسی وصف سے موصوف نہ ہو۔ اس کی کسی صفت سے تعریف نہ ہو۔ اس کا کوئی جلوہ ظہور میں نہ ہو۔ کہیں اس کی کسی صفت کی تعظیم کا نام ہی نہ ہو۔ یہ شیطان ہی نے اختیار کی جو آج اس کے تابعین لئے پھرتے ہیں۔ اب ہم سوچتے ہیں۔ اولیاء اللہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ چلتے پھرتے ہیں۔ پھر انہیں ہم پر کونسی فضیلت اور کونسا شرف ہے ان کا شان اور مرتبہ کس لئے ہم پر بڑھ کر ہے۔ در حقیقت اس کا مطلب یہی ہے کہ:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي (الحجر: ۲۹) جیسے ارشادات فضیلت سے آدمؑ کو نوازا گیا۔ اور اس سے یہ بھی یقین ہوا کہ وہ سجدہ بھی حقیقت میں اسی ذات کو تھا نہ کہ آدمؑ کو۔ مثال کے طور پر دیکھو بوقت نماز اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کی عبادت کر رہا ہوں تو غلط ہو گا۔ حالانکہ اسی کی طرف چہرہ کر کے سجدہ کیا جاتا ہے۔ کعبہ سے مشرق والے مغرب کی طرف۔ اور مغرب والے مشرق کی جانب منہ کر کے کعبہ شریف کو مد نظر رکھتے ہوئے نمازیں پڑھتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عبادت کعبہ کی کرتا ہوں۔ بلکہ اسی وحدہ لاشریک لہ کی ذات کو سجدہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ معلوم ہوا آدم کی مثال اور کعبہ کی مثال ایک ہی ہے۔ اور کعبہ شریف مظہر انوار الٰہی ہے۔ جس کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ (یہ ہے توحید حقیقی کی مثال)

بخاری شریف اور مسلم شریف باب الزہد میں سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس وقت میرا بندہ نفلی عبادت کرتے کرتے میرا قرب حاصل کرتا ہے میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے۔ مجھ سے دیکھتا ہے۔ مجھ سے سنتا ہے۔ مجھ سے پکڑتا ہے۔ مجھ ہی سے کلام کرتا ہے۔

(حدیث قدسی حوالہ بخاری / مسلم شریف باب الزھد بروایت ابوہریرہؓ)

ایک تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قرب الٰہی نوافل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ نفل کہتے ہیں زائد کو یعنی فرائض اور واجبات سے زائد کیونکہ فرض تو اس کا حکم ہوتا ہے۔ جس کا ادا کرنا لازمی ہوتا ہے۔ ورنہ قابل عتاب و عقاب اور جو اپنی خوشی سے محبت کے انداز میں آکر زائد عبادت کی جائے۔ اگرچہ نماز ہو یا روزہ ہو یا زائد حج و صدقات وغیرہ جو فرائض ادا کرنے کے بعد اختیار کئے جائیں سب نفل ہیں۔ تو قرب کا ذریعہ اور واسطہ صرف نفل ہی ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر میں :

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (النمل : ۴۰)

(اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا میں آنکھ جھپکنے سے پہلے وہ تجھ کو لا دیتا ہوں)

کی تفسیر میں اسی حدیث پاک کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی صفت دے دے اور کوئی شخص انکار کرتے ہوئے کہے کہ دور سے نہ سن سکتا ہے۔ نہ پردے اور حجاب کی صورت میں دیکھ سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایسا منکر جہالت کے علاوہ بغاوت اور ضلالت کا شکار بن جاتا ہے۔ لہٰذا اجماع امت اسی پر ہے کہ اولیاء اللہ کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہوتا ہے۔ اور ان کا سننا اسی کا سننا ہے۔ ورنہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے عقائد اور ان کے اتباع سے دوری پر گمراہی ہے۔ دیکھئے ہمارے آقا و مولا حضور غریب نواز خواجہ نور محمد مہارویؒ فرماتے ہیں :

اگر مرید در کنارہ مغرب باشد و پیر در کنارہ مشرق و پیر مرید را نمے شناسد او پیر چہ پیر است

(ملفوظات قبلہ عالمؒ)

یعنی اگر مرید مغرب میں ہو اور پیر مشرق کے کنارہ پر۔ وہ پیر اپنے مرید کو نہ پہچانے تو وہ کیسا پیر ہے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توجہ ہمارے شامل حال فرمائے۔

درود شریف : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

بھائیو! ہم تو کہتے ہیں خواب آیا یا دل میں خیال آیا۔ لیکن یہ لوگ ہمارے خواب وخیال سے واقف ہوتے ہیں۔ بلکہ ہمارے افعال واقوال و کردار و نیاو غیرہ کو اس طرح جانتے ہیں۔ جس طرح ہم اپنی ہتھیلی پر نظر رکھیں۔ ایک بار بہت سے مجمع میں ایک ہندو عورت مکان میں گم ہو گئی لیکن جب مکان بند کیا گیا تو اتفاقاً آپ کا ایک غلام بھی اسی مکان میں بند ہو گیا۔ ہندوں نے اتفاق کر لیا کہ جب یہ نکلے گا تو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ لاٹھیاں لے کر انہوں نے دروازہ کھولا تو وہ اس ہندو عورت کا ہندو خاوند تھا۔ جب آپ کے پاس آیا تو وہی غلام تھا۔ آپ نے فرمایا اے فلاں کتنے تک میں تجھے ہندو بنا تار ہوں گا۔

ولی اللہ کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے۔ لیکن یاد رکھو شیطان جو انسان کا ابتدائی دشمن ہے۔ وہ قسم اٹھا کر آیا ہے۔ میں گمراہ کروں گا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ
(ص : ۸۲۔۳۸)

(اس نے عرض کیا تیری عزت کی قسم ! میں ان سب کو ضرور بہکادوں گا۔ سوائے ان بندوں کے جو خالص تیرے بندے ہوں)

اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا۔ تیری عزت کی مجھے قسم ہے۔ میں سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں جاتا۔ اگرچہ خالص نیک ارادہ سے نہ ہی ہو۔ اسی لئے یہ ان سے زنا کرواتا ہے۔ چوریاں کراتا ہے۔ اور طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا کرتا ہے۔ نیک لوگوں کے پاس جانے سے روکتا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ اپنی ظاہری زندگی میں نو حصے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ایک حصہ مریدوں کی طرف۔ لیکن وصال کے بعد ۹ حصے مریدوں کی طرف

توجہ فرماتا ہے اور ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا خیال ہوتا ہے جب ظاہری اور باطنی ہر دو حالتوں میں اولیاء کرام مریدوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ تو شیطان ان کے پاس جانے سے کس طرح خوش ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان کے پاس جانا شرک ہے۔ مزارات پر حاضری دینا بدعت ہے۔ اس طرح کے کفریہ اور شرکیہ فتوے لگا کر گمراہیوں میں ڈالتا ہے اور مقرب لوگوں سے محروم رکھتا ہے۔ دوسرا حربہ اس کا علمائے کرام پر ہے۔ علماء کے رنگ میں آکر قرآن مجید کے مختلف تراجم کراتا ہے۔ عربی کلام سے محروم کرنا صرف اسی کا کام ہے۔ اردو میں قرآن مجید چھپوائے اور یہ وہم دل میں ڈال دیئے کہ عربی کون سمجھ سکتا ہے۔ تم لوگ ترجمہ پڑھو۔ اور اسی ترجمہ کے ذریعے نمازیں پڑھو۔ قرآن کی تلاوت کرو تاکہ کچھ سمجھ بھی آئے۔ حالانکہ ایسے فاسد خیالات سے اللہ تعالیٰ کے کلام اور محبوب کبریا ﷺ کی زبان سے محروم کرتا ہے۔ ترجمہ کرنے والوں نے تو کئی لوگوں کی کشتیاں ڈبو دی ہیں۔ جہالت و ضلالت میں غرق ہو گئے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جب انگریز آیا تو اس نے قرآن مجید اور اسلام سے بے بہرہ کرنے کیلئے ایک طریقہ نکالا۔ انہوں نے سکول کھولے جس سے ان کا مقصد دین اسلام سے دور کرنا ہی تھا۔ وہ کہتے تھے :

ان لم تنصر کلهم بل يحرمون من اوصاف الاسلام
(یعنی تمام ہی عیسائی نہ بنے تو اسلام کے وصف سے تو محروم ہو ہی جائیں گے) ۔

اب دیکھو! جو موحد بننے کے مدعی ہوتے ہیں۔ ترجمہ پڑھ کر علوم عربیہ سے جہالت اور اولیاء اللہ سے دوری کے خود بھی شکار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اب تیسرا حربہ شیطان نے اور بنایا ہے اور یہ ایک ایٹم بم ہے اور وہ یہ ہے کہ محبوب کبریا ﷺ کے حق میں گستاخی۔ یاد رکھو گستاخ لوگوں کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے :

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ :۸۰)

(ان کیلئے بخشش مانگ یا ان کیلئے بخشش نہ مانگ۔ اگر تو ان کیلئے ستر بار (۷۰) بخشش مانگے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔)

بھائیو! یہ ایسا حربہ ہے جس سے تمام نمازیں۔ روزے 'زکوٰۃ' صدقات ہر قسم کی عبادات برباد

ہو جاتی ہے۔ گستاخ جتنا بھی عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ جب تک آپ ﷺ کی محبت نہیں تو سب کچھ رائیگاں ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے :

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

(جب تک تم میں سے کسی کو اس کے والد اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب میں نہ ہو جاؤں اتنے تک کوئی ایمان دار ہو ہی نہیں سکتا۔)

تو اب اندازہ لگاؤ جو آدمی رات دن اسی خیال اور کوشش میں ہے کہ کوئی حوالہ ملے جس سے حضور ﷺ کی شان میں معاذ اللہ تنقیص کروں۔ کیا ایمان سے وہ بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ محبت کا تقاضا تو یہی ہوتا ہے کہ سوائے محبوب کے سب کچھ معدوم ہو۔ قیس عامری سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین خلافت کا اختلاف ہوا ہے۔ تم بتاؤ کون خلافت کا مستحق ہے۔ اس نے کہا تم لوگ بے سمجھ اور نافہم ہو۔ سب کی مت ماری گئی ہے۔ خلافت کی مستحق تو لیلیٰ عامریہ ہے۔ اور سنو حضرت آدمؑ تو طفیلی ہیں ان کو سجدہ نہ کرنے والا تو قیامت تک لعنتی بنا اور جس ہستی کے طفیل یہ آئے تھے۔ ان کی تعظیم نہ کرنا یا گستاخ بنا میرے خیال میں ایسا آدمی تو شیطان کا بھی شیطان ہو گا۔

حضرت امام احمدؒ اپنی کتاب مسند میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضری دیتے تو حضور ﷺ کے مزار پر انوار پر اپنے چہرے رگڑتے اور آپ کے منبر کو بوسے دیتے۔ مسند امام احمدؒ ج : ۵ ص : ۶۰۷ اور مستدرک حاکم ج : ۴ ص : ۵۱۵۔ امام بدر الدین عینی ج : ۴ ص : ۳۲۲ پر یہ روایات موجود ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج : ۳۲)

(اور جو اللہ کے نشانات کی تعظیم کرے سو وہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔)

(۲۶۔ محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک ۱۳۸۸ھ)

خطاب دربیان اختیار کردن توبہ و تقویٰ

برائے اہل قریہ عظیمہ سیال شریف واہل خاندان

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ۔وَنَشْھَدُاَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وآلِہٖ وَسَلَّمَ۔بَلَّغَ الرِّسَالَۃَوَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّابَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

(زلزال: ۷۔۸)

(سو جو ذرہ نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا۔اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا۔)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم

حضرات! انسان کے ساتھ اس کا دشمن شیطان ہے اور آج سے نہیں بلکہ جدی دشمن ہے۔ سیدنا آدمؑ کا ظاہر دشمن ہے۔بارگاہ رب العزت میں قسم اٹھا کر آیا ہے۔اس نے کہا:

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ

(ص: ۸۲۔۸۳)

(اس نے عرض کیا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور بہکا دوں گا۔ سوائے ان بندوں کے جو خالص تیرے برگزیدہ ہوں)

حضرت علامہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی کتابوں کو دیکھو کہ یہ کن کن اسباب سے

گمراہ کرتا ہے۔ حج کی طرف رجحان دلاتا ہے۔ خاص کر اس شخص کو جسے دیکھے کہ اس کی طبیعت غیر محرم عورتوں کی طرف مائل ہے۔ اسے کہتا ہے حج کرنا چاہیے پھر بیت اللہ کے پاس طواف کی حالت میں اسے بہکاتا ہے۔ بری نگاہوں سے غیر محرموں کی طرف دیکھے اور یہ گناہ خدا تعالیٰ کے گھر میں کراتا ہے۔ کسی کو نماز کا شوق دلا کر بہکاتا ہے۔ کسی کو روزے رکھوا کر حالتِ روزہ بہکا کر گمراہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ فرمائے۔ یہ طرح طرح کے حربوں سے گمراہ کرتا ہے۔

بھائیو! انسان بڑی غفلت میں ہے گناہ کے درپے ہو کر کہتا ہے توبہ کرلوں گا۔ حالانکہ موت کا علم نہیں۔ کب آجائے گی۔ آئندہ رات بھی میسر ہوگی یا نہیں اور پھر ہو بھی سہی تو نامعلوم توبہ نصیب ہوگی یا نہیں۔ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں:

~ در دل اثر گناہ بر لب توبہ توبہ   یارب زیں توبہ توبہ توبہ

معلوم ہوا اگر توبہ دل سے نہ کی گئی ہرگز ہرگز توبہ نہیں ہے۔ بلکہ رب العالمین کی طرف بوقت توبہ اس طرح مائل ہو اور اتنا رجحان ہو کہ جس کام سے توبہ کر رہا ہے اس کے قریب ہونے کو دوبارہ ایسے سمجھے کہ جہنم میں جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرہ برابر نیکی کرنے والا اپنی نیکی دیکھ لے گا اور ذرہ برابر برائی کرنے والا اپنی برائی دیکھ لے گا۔ کوئی انسان اپنے اعمال کے سوا کچھ نہیں پائے گا۔ اور نہ ہی اس کے کسی عمل میں تبدیلی ہوگی۔ بعض لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اولیاء کی اولاد ہیں۔ ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ یاد رکھو بارگاہ رب العزت میں ولی زادے اور دوسرے تمام برابر ہیں۔ بلکہ بزرگ زادے کو گناہ کا عذاب زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم:۵۸)

(پھر ان کے بعد ناخلف آئے انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے پھر وہ عنقریب جہنم (کی وادی) سے ملیں گے۔)

غی دوزخ کی ایک وادی ہے جس کی گرمی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے۔ جو انسان اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر نہ ہو عقل بھی مانتا ہے کہ اسے سخت گرفت ہوگی۔ کیونکہ ایسے

ماحول میں پیدا ہونے والا بچپن سے باپ دادا کو نیک کام کر کے عبادات میں سرشار دیکھتا ہے
اور ہر نشست و برخاست شریعت مطہرہ کے ماتحت دیکھ کر برائیوں سے اجتناب کرتا اور یہ
دیکھتا کہ طرح طرح کے وظیفے بھی باپ دادا کرتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان سے آکر
پوچھتے اجازتیں حاصل کرتے ہیں۔ تو سوائے نیکی کے طبیعت کا دوسری طرف راغب ہونا
بعید از عقل ہے۔ باوجود ایسے ماحول کے پھر بھی کوئی اپنے بزرگوں کے اخلاق گفتار و کردار کو
چھوڑ دے اور کج روی اختیار کرے۔ راہ ہدایت سے دور ہو کر فرامین خداوندی کو چھوڑ کر
برائیوں کو اختیار کرے تو اس کیلئے زیادہ اور بہت ہی زیادہ عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں
محفوظ فرمائے۔ لیکن یاد رکھو اس کے برعکس یہ بھی ضرور ہے کہ نیکوں کے بزرگ زادے
تھوڑا بھی اختیار کریں اللہ تعالیٰ زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآاَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِیءٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (طور: ۲۱)

(اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان
سے ملا دی۔ اور ان کے عمل کے خزانہ میں کچھ کمی نہ کی۔ سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار
ہوں گے۔

دعا مانگو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کی پیروی نصیب فرمائے۔

بھائیو! سب سے پہلے اعتقاد ہے۔ اگر اعتقاد خالص ہے۔ صحیح اور درست ہے تو نیک عمل کی
جزا ہے ورنہ تمام اعمال رائیگاں ہوں گے۔ اعتقاد کی مثال سفید کاغذ کی سی ہے۔ اگر کاغذ صاف
ہو۔ سفید اور بے داغ ہو۔ تو جو کچھ لکھو درست ہوگا۔ اور اگر کاغذ ہی سیاہ ہو اس پر کیا لکھا
جائے گا۔ لہذا اعتقاد صحیح ہے تو اعمال مقبول ہیں ورنہ نمازیں۔ روزے حج وزکوٰۃ صدقات
تمام عبادتیں بے کار ہیں۔ اور میں تمہیں بتاؤں۔ سب سے بڑا اعتقاد حضرت محمد ﷺ کی ذات
پاک سے محبت ہے۔ اگر محبت نہیں تو جو کچھ کرو مال لٹا دو۔ جہاد کرو۔ قربانیاں دو۔ حج کرو۔
اس کی راہ میں اولاد قتل کرا دو کچھ بھی نہیں۔ آدمی اگر سوچے اور غور کرے تو اسے یقین
ہو جاتا ہے کہ سب کچھ محبت ہی ہے۔ مثلاً ایک آدمی سویا ہے۔ سردی کا موسم ہے۔ بارش
برس رہی ہے۔ بستر نہایت گرم ہو چکا ہے۔ باہر نکلنے کو دل گوارا نہیں کرتا۔ لیکن باوجود ان
امور کے وہ بستر چھوڑ کر سردی جھیل کر آتا ہے اور بارگاہ رب العزت میں حاضری دیتا ہے تو

جب تک اس کے دل میں یہ نہ ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کے محبوب کا فرمان ہے۔ اتنے تک راحت چھوڑنا اس کیلئے ناممکن ہے۔ محبت ہو تو خدا کی راہ میں جانا۔ قربانیاں دینا سب منظور ہے۔ یقین جانو سب محبت ہی محبت ہے۔

؎ در خرمن کائنات چو کردیم نگاہ　　　یک دانہ محبت است باقی ہمہ کاہ

اور اگر حضور ﷺ سے محبت ہے تو آپ کے پیاروں سے بھی محبت ہوگی۔ کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ابوبکرؓ میری آنکھ ہے۔ عثمانؓ میرا دل ہے۔ عمرؓ میرے گوش مبارک ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(مشکوٰۃ المصابیح' باب مناقب ابی بکر و عمر' الفصل الاول)

جب حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے متعلق یہ فرمایا ہے تو تمہارا دل خود گواہی دیگا کہ وہ ہستیاں ہمارے پیشوا ہیں۔ ساتھ ہی منصف مزاج مسلمان کا دل۔ یہ بھی گواہی دے گا کہ اس نبی ﷺ کی ذات سے تعلق ہے تو اچھے کام اچھے اور برے کام برے لگتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ یہ نصیب نہیں ہے تو نیک کاموں سے نفرت اور برے کاموں کی طرف میلان ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی سنت کے متعلق پہلے بھی اپنے پیر بھائیوں کو کئی بار آگاہ کر چکا ہوں۔ اب بھی تاکید کرتا ہوں کہ سنت نبوی ﷺ کو ترک نہ کریں۔ خاص کر نماز تہجد ضروری ہے اور یہی قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں بوقت تہجد تمام لوگ فرض نمازوں کی طرح اکٹھے ہوتے اور نمازیں پڑھتے تھے۔ کوئی دلائل الخیرات پڑھ رہا ہے۔ کوئی نفل۔ کوئی ذکر جہر میں مشغول ہے۔ طرح طرح کے ذکر میں سب مشغول ہوتے۔ یہ رحمت کا وقت اور نزول رحمت کا ایسا وقت ہے کہ بارگاہ الٰہی سے آواز آتی ہے۔ ہے کوئی مانگنے والا اسے عطا فرماؤں۔ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا اسے بخش دوں۔ ہے کوئی طلب گار رحمت۔ ایسے وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ علاوہ ازیں مسواک ضرور کیا کرو۔ خود آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں:

لولا اشقّ علی امتی لا مرتہم بالسواک

(مشکوٰۃ باب السواک' الفصل الاول' متفق علیہ)

اگر مجھے اپنی امت کی تنگی اور تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو انہیں مسواک کا حکم فرماتا۔ یعنی واجب

کر دیا)

آپ ﷺ نے کیسا کرم فرمایا کہ خدانخواستہ اگر کوئی میری اس سنت کو ادا نہ کر سکے تو واجب کا تارک نہ ٹھہرے گا۔ لیکن تاکید بھی فرما دی۔

جھوٹ سے بچنے کیلئے کہتا ہوں اللہ تعالیٰ جھوٹ سے بچائے کیونکہ اس کی لعنت جھوٹے پر ہوتی ہے۔ اس کے ماتھے پر کذاب لکھا ہوتا ہے۔ تم کہو گے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے ماتھے پر کذاب لکھا ہوتا ہے۔ جسے ہر شخص پڑھ لیتا ہے۔ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جب وہ کسی سے وعدہ کرتا ہے۔ کوئی نہیں مانتا کوئی بات کہتا ہے تو کوئی یقین نہیں کرتا۔ وہ قسم اٹھاتا ہے۔ طلاقیں تک دے بیٹھتا ہے۔ لیکن اس کی ہربات کو بے اعتمادی کی صورت میں جھٹلا دیتے ہیں۔ اس پر کسی کو اعتماد نہیں آتا۔ یہ ہے اس کی پیشانی کا نوشتہ کذاب۔ اور اس کے برعکس جو سچ بولتا ہے۔ ہمیشہ سچائی کو اختیار کرتا ہے اس کے ماتھے پر صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جس کے ہر قول کو ماننے کیلئے سب لوگ تیار رہتے ہیں۔

بھائیو! جھوٹ انسان کو لعنتی بنا دیتا ہے۔ جھوٹ نہ بولو۔ مسلمانو! یہ کافروں کا فعل ہے کہ اندر اور ہو اور باہر اور ہو۔ اسی طرح گلہ (غیبت) کرنا سخت برا ہے۔ یہ اتنا بھاری گناہ ہے کہ زنا سے بڑھ کر ہے۔ یعنی کسی کے عیب کو پس پشت بیان کرنا ایک تہمت ہوتی ہے کہ کسی میں عیب نہ ہو اور اس کے ذمہ لگا دینا اور یہ گلہ سے بڑھ کر بدتر خصلت ہے۔ آج اکثر لوگ گلہ تہمت وغیرہ کے شکار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

۵ صفر المظفر بروز جمعہ ۱۳۸۸ھ

خطاب دربیان شانِ اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّی الْاَمَانَةَ وَنَصَحَ الْاُمَّةَ وَکَشَفَ الْغُمَّةَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا

(آل عمران: ۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ (وہ) احسان یاد کرو جو تم پر ہے (وہ) یہ کہ جس وقت تم آپس میں دشمن تھے پھر (خدا نے) تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پھر اس کی مہربانی سے تم (ایک دوسرے کے) بھائی بن گئے)

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرات! ہر خوبی' ہر اچھا کام' ہر اچھی بات کا نام ہے اسلام۔ اسلام ایک ایسا ہمہ گیر مذہب ہے کہ ایک گداگر سے لے کر بادشاہ تک۔ ایک غریب سے لے کر امیر تک تمام امور میں اس سے راہبری حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کوئی غریب ہو یا امیر یا بادشاہ۔ اسلام کے قوانین کے مطابق قدم اٹھائے اور اس کے بتائے ہوئے اصولوں کو عمل میں لائے تو اسلام اس کی راہبری کیلئے تیار ہے۔ کھانا' پینا' ناراض ہونا۔ خوش ہونا جہاد غرضیکہ انسان کی زندگی کے ہر ہر پہلو میں راہبری کرنے کو تیار ہے۔ خلاف اس کے دنیا میں کوئی دوسرا ایسا مذہب

نہیں ہے۔ جو ہر حال میں مفید اور راہبر ثابت ہو۔ مذہب عیسائی کو دیکھیں اس میں جائے اس کے کہ اصلاح پائی جائے۔ اور مکمل طور پر راہبری کر سکے بلکہ کئی طرح کی قباحتیں اس میں ملتی ہیں۔ میں نے اس مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس کی کتاب بائبل کی تفسیریں دیکھیں جن میں ایک حکم دوسرے کے خلاف یعنی کہیں کسی وقت میں کسی کام کا کرنا لکھا گیا ہے تو اسی وقت میں دوسری جگہ نہ کرنا وغیرہ۔ اور ساتھ ہی محدود حالات کیلئے محدود اوقات کے احکام وغیرہ ہیں۔ اس مذہب میں ہزاروں غلطیاں ہزاروں کوتاہیاں ہیں اور یقیناً کہنا پڑتا ہے کہ کوئی عیسائی مذہب کو اختیار کرنے والا حکومت نہیں کر سکتا ہے۔ کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال آگے کر دو۔ نیز بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کم از کم ۲۵ فیصد ہے باقی سب غلط اور جو ۲۵ فیصد ہے وہ بھی خدا تعالیٰ جانے کس نے لکھی۔ اس کی ایک بات سچی مانیں تو دوسری غلط ماننی پڑتی ہے۔ یہودیت کو دیکھو تو ہر بری عادت اس میں روا ہے لیکن اس کے خلاف اسلام کے مطابق اگر انسان کوئی قدم بھی اٹھائے تو خدا اسے کوئی دھوکا نہیں پہنچ سکتا۔ جس مرتبے والا بھی اس سے راہبری چاہے گا۔ اسلام اس کی راہبری کرے گا۔ ایک تو یہ مقدس مذہب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا۔ اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ دوسرا قرآن پاک ہے جو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور خلاف دوسری کتابوں کے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہے۔ اگرچہ عیسائیوں' یہودیوں نے ہر طرح کی کوششیں کیں۔ اور کر رہے ہیں کہ اس مقدس کلام میں تبدیلی کریں۔ سر دھڑ کی بازی لگائی۔ لیکن ایک لفظ یا حرکت کا رد و بدل نہ کر سکے۔ اور کرتے بھی کس طرح جبکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: ۹)

(بے شک ہم نے قرآن کو اتارا (ہے) اور یقیناً ہم اس کے نگہبان ہیں)

چنانچہ شروع شروع میں جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے چیلنج دیا گیا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ (البقرہ: ۲۳)

(اور اگر تم اس چیز (کلام) میں کہ ہم نے اپنے بندے پر اتاری شک میں ہو تو تم اس کی مانند ایک سورت لے آؤ اور خدا کے سوا اپنے مددگاروں کو بلا لاؤ۔ اگر تم سچے ہو)

چنانچہ بڑے بڑے عرب العرباء فصحاء نے کوششیں کیں جو سال بسال مقابلہ میں قصیدے لکھتے تھے اور نہایت ہی فصیح اور ادیب لوگ مجتمع ہوا کرتے تھے۔ جس کا قصیدہ فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے بڑھ چڑھ کر ہوتا۔ تمام اسے مان لیتے۔ لیکن جب قرآن پاک نازل ہوا۔ تو اس وقت سات قصیدے کعبہ پر چسپاں تھے۔ جن کو ان لوگوں نے اعلیٰ درجہ کا انتخاب کر کے "سبعہ معلقہ" سے تعبیر کیا کہ یہ سب کے سب ہی بے مثل ہیں۔ لیکن کلام اللہ کو سنتے ہی ان لوگوں نے وہ سات قصیدے بھی اتار لیے۔ اور تسلیم کر گئے کہ اس کلام کے مقابلہ میں بشر کی طاقت نہیں ہے کہ اپنا کلام پیش کر سکے۔ بلکہ سب سورتوں سے چھوٹی سورۃ "اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ الخ" پڑھ کر انہیں کہنا پڑا۔ "ماھذا من قول البشر" اور کیوں نہ کہتے جبکہ انہیں چیلنج دیا گیا تھا اور ساتھ ساتھ دعویٰ بھی کیا گیا کہ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۸)

(اے نبی ﷺ!) کہہ دو اگر انسان اور جن اس پر جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن لائیں تو ایسا (قرآن) نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار بن جائیں)

لہذا اس چیلنج کے مطابق اگر اسلام کے مقابلہ کیلئے قرآن مجید کے کلمات۔ آیات جیسی موزوں عبارات لکھتے اور اپنی فصاحت وبلاغت سے ہی مکمل طور پر مقابلہ کر سکتے تو پھر تلوار اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ بلا آخر جبکہ ایک سطر بھی نہ بنا سکے تو انہیں عاجز ہو کر کہنا پڑا "ماھذا من قول البشر"

دوسرا دعویٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی تھا کہ اس کلام میں ردوبدل نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے سات سال کے بچوں کو اس طرح قرآن پاک حفظ کرا دیا کہ اگر کوئی بھی زبر زیر کی غلطی کرے تو ایسے بچے بھی اسے درست کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ سوائے مسلمان زادوں کے اور کسی کو یہ طاقت نہیں بخشی گئی کہ راہ حق پر اور درست کلام پڑھنے پر جرات کر سکے۔ آج عیسائیوں کو کہو۔ تمام دنیا کے عیسائی مل کر کوئی ایک انجیل تو لاؤ۔ جو تغیر و تبدل سے صاف اور اغلاط سے بری ہو۔ کوئی نہ لا سکے گا۔ آج کی تورات والوں کو اپنی اصلی

تورات کا علم تک نہیں ہے۔ کہ کہاں گئی۔ بڑے بڑے پادریوں سے میرے مناظرے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل جواب نہ دے سکے اور اپنی اپنی کتابوں کو غلط مان گئے۔ چنانچہ "لاٹ" پادری نے عاجز ہو کر میرے سامنے کہا کہ ہم مانتے ہیں کہ ہماری کتابیں خراب ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ہماری کتاب جو اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے اس کا ایک لفظ ایک نقطہ اور زبر زیر بھی کوئی غلط نہیں پڑھ سکتا۔ جب چھوٹے چھوٹے بچے بھی غلط نہ پڑھنے دینے پر دلیر ہیں۔ تو یقیناً انسان کو ماننا پڑتا ہے کہ یہی کلام اور یہی کتاب انسان کی بہتری کیلئے آئی۔ کوئی بھی ہو۔ کم درجہ کا یا زیادہ مرتبہ والا۔ امیر غریب۔ مرد عورت ہر ایک کی راہبری اس میں ہے۔

صحابہ کرامؓ کو دیکھئے اس پر عمل کر کے کیسے مراتب اعلیٰ حاصل کیے۔ جب لونٹوں کے چرواہے اور علم سے ناواقف لوگ جن کو جہانبانی اور جہانداری سے مس تک نہ تھی سیاست سے بالکل ناواقف۔ انہوں نے عمل کر کے حکومت کی ہے۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ وہ محض اس کتاب کے زریں اصولوں پر عمل کا نتیجہ ہے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو جس نے ایسی بے نظیر و بے مثل کتاب اور تمام ادیان پر غالب ہونے والا دین ہمیں عطا:

؎ شکر نعمہائے تو چندانکہ نعمہائے تو

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

اب سوچو کہ اس قرآن پاک کو کس نے سمجھا۔ کیا آج کل کے لوگوں نے؟ یا اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ﷺ نے کہ جس پر یہ کلام نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے کھول کر بیان فرمایا۔ احکام، معانی اسرار و نکات ظاہر فرمائے۔ جس طرح باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ

(النحل: ۴۴)

(اور (اے رسول ﷺ) ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری تاکہ تو لوگوں کو کھول کر بیان کردے جو ان کی طرف بھیجا گیا اور تاکہ وہ سوچیں)

کسی آیت کو یا کوئی حکم اسلام کا ہم خود سمجھنا چاہیں تو نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً نماز ہے، رمضان شریف کے روزے۔ سفر کے احکام۔ کون روزہ مؤخر کر سکتا ہے کس کو اجازت نہیں ہے۔ یہ سب احکام حضور ﷺ نے کھول کر بیان فرمادیے۔ حالانکہ تفصیل کے طور پر پوری طرح کتاب اللہ سے خود خود سمجھنا ناممکن ہے۔ نماز کے متعلق حکم ہے کہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا۔ تو بیٹھ کر پڑھے۔ بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہیں تو اشارہ سے پڑھے۔ وضو نہیں کر سکتا تو تیمم کرے۔ اپنے پاس کپڑا نہیں تو کسی سے لے کر پڑھ لے۔ جہاد میں ہے تو ضرور پڑھے۔ عین لڑائی میں ہے تو پڑھے۔ اتنی تاکیدیں اور پھر چھوڑ دینے پر وعیدیں کہ اگر دیدہ دانستہ ایک نماز قضا کی تو ستر ہزار غوطہ جہنم میں ہوگا۔ اور ایک غوطہ ستر ہزار سال کا ہوگا۔ جب ایک نماز کے اتنے غوطے ہیں تو اندازہ لگائیں۔ بالکل تارک نماز کا کیا حال ہوگا۔ امام احمد بن حنبلؒ تو فرماتے ہیں کہ "تارک نماز کافر ہے۔"

اب حج کی طرف آئیے۔ اس کے احکام مالدار لوگوں کیلئے ہیں۔ پیسہ نہ ہو تو فرض نہیں۔ راستہ امن والا نہ ہو تو گرفت نہیں۔ پوری طاقت نہ ہو تو معاف ہے۔ علی ھذا القیاس تمام شرائط پائی جائیں تو ادا کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ بھی شرائط پر منحصر ہے۔ الحاصل ارکانِ اسلام ہم قرآن مجید سے سمجھنا چاہیں تو بغیر حدیث کے کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ ہمیں حدیث پاک کا واسطہ وسیلہ اور ذریعہ اختیار کرنا پڑے گا۔ تب پورے طور پر سمجھیں گے۔ ورنہ صلوٰۃ کے کئی معانی ہیں۔ ذہن تمام کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ لیکن ایک مخصوص عبادت خاص اوقات میں کرنے کو معین کرنے کیلئے بغیر فرمان نبوی ﷺ کے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور محبوب کبریا ﷺ کے ارشادات عالیہ یا اسوۂ حسنہ کو بلاواسطہ صحابہؓ کے نہ کسی نے حاصل کیا نہ ہی کر سکے گا۔ بلکہ آپ ﷺ کے شاگردوں (صحابہ کرامؓ) نے مکمل طور پر فرامین پر عمل کیا۔ پھر ان کے شاگردوں نے۔ پھر ان کے تبعین نے۔ علی ھذا القیاس یکے بعد دیگرے زمانہ بزمانہ معمولات آرہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کہ جن کے عرس کی آج تاریخ ہے (مطابق خطاب ۱۲ صفر المظفر) انہوں نے تو اسلام کے ارکان اور دین کے احکام کی روشنی میں ایسی طرح ڈالی اور سمجھانے میں ایسے طرز اختیار فرمائے کہ ہر مسلمان ان کا نام لیوا ہے۔ علم فقہ جو کہ قرآن و حدیث ہی سے مستنبط ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر کروڑوں رحمتیں

بھیجے۔ جنہوں نے تفسیر و تشریح کرکے قرآن پاک وحدیث شریف کو سمجھا اور سمجھایا۔ محبوب خدا علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر علم ستاروں تک پہنچ جاتا تو وہاں سے بھی میری امت کے علماء اتار لاتے۔ چنانچہ محدثین نے اس حدیث پاک کی تشریح میں امام اعظمؒ کی ذات بابرکات کو اس حدیث کا مصداق مانا ہے۔ کہ جن کی اقتداء کرکے آج تک کروڑوں اولیاء اللہ بن گئے۔ غیر مقلدوں سے پوچھو تو طرح طرح کی من گھڑت باتیں بتاتے اور قرآن وحدیث کو اپنے عقل اور نا سمجھ دماغ کے ماتحت بیان کرتے ہیں۔ وہابیوں اور مرزائیوں و دیگر مذاہب باطلہ کے حالات پرکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث سے بے بہرہ خدا پاک جانے کتنے اور کیا کیا مذہب نکل چکے ہیں۔ جو صحابہ کرامؓ ائمہ اسلام کی پیروی چھوڑ کر شیطان کی اتباع کر رہے ہیں۔ حقیقتاً احکام اسلام اور قرآن وحدیث کا عملی نمونہ ہمیں اولیاء کرام سے ملتا ہے۔ جنہوں نے صحیح معنوں میں عمل کرکے دکھایا۔ اور یکے بعد دیگرے اپنے مشائخ سے پیروی کی صورت میں عمل اختیار کرتے ہوئے محبوب کبریا علیہ کے فرمائے ہوئے اصولوں کو اپنایا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص صبح سے شام تک تقریر کرتا رہے کہ ایک لکڑی کی ڈبیہ اس طرح بنتی ہے۔ یہ رنگ ہوتا ہے اور صرف بیان ہی بیان ہو۔ سمجھاتا ہی رہے۔ بنا کر نہ دکھائے تو سننے والوں اور سمجھنے والوں کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ ان کے سامنے بنا کر نہ دکھائے۔ اسی طرح حضور علیہ کا ہر قول و فعل صحابہ کرامؓ نے آپ علیہ کی ذات بابرکات سے دیکھ کر اختیار فرمایا۔ پھر ان سے تابعین اور تبع تابعین نے علی ہذا القیاس اسلاف صالحین ائمہ کرام اولیاء عظام نے یکے بعد دیگرے عمل کی صورت میں دکھایا اور فرمایا: "ھذا فعل ابوبکرؓ وعمرؓ" کہ اس طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کرکے دکھایا تھا۔ آج تم دیکھتے ہو کہ عصر کی نماز بعض جگہوں میں حتمی طور پر دوسری مثل میں پڑھی جاتی ہے۔ اور قبل از وقت ہونے کی وجہ سے بالکل ادا ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ دوسری مثل میں نماز ظہر کا وقت باقی ہوتا ہے اور عصر شروع نہیں ہوتی۔ اور یہ محض حدیث پاک کو نہ سمجھنے کے باعث اور صحابہ کرامؓ ائمہ اطہار کی پیروی سے محروم ہونے کے سبب سے ہے۔ نہ صرف یہ لوگ اپنی نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ بلکہ کئی مسلمانوں کی نمازیں برباد کر رہے ہیں۔ برعکس اس کے اگر انسان وقت سے بعد نماز پڑھے ادا نہ ہوگی تو قضا تو یقیناً ہوگی نہ پڑھنے سے تو بہتر رہے گی۔ اور جو قبل از وقت پڑھی جائے وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ نماز پڑھ چکا

ہوں۔ جس نے فجر کے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی یا ماہ رمضان سے پہلے مہینہ میں روزے رکھ لئے یا عرفات میں نویں ذوالج کی تاریخ سے پہلے وقوف عرفات کر لیا تو کون کہہ سکتا ہے کہ نمازی کی نماز روزے دار کے روزے اور حاجی کا وقوف عرفات شرعاً ادا ہو گئے۔

اسی طرح افطار کے وقت سے پہلے ہی لوگ روزے افطار کرا دیتے ہیں۔ تمام دن بھوک اور پیاس میں گزارا۔ آخر میں آکر روزہ کو برباد کر دیا۔ حتٰی احدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض لوگوں کو عذاب کی حالت میں دیکھا۔ الٹے لٹکائے گئے تھے اور ان کی باچھیں فرشتے کھینچ رہے تھے۔ استفسار فرمایا یہ کون لوگ ہیں اور ایسا عذاب کیوں ہو رہا ہے تو جواب ملا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قبل از وقت روزے افطار کرتے تھے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کا معمول تھا کہ بعد از نماز مغرب روزہ افطار فرماتے۔

اندازہ لگائیے جنہوں نے قرآن وحدیث کو خود سمجھنے کی کوشش کی وہ دین اسلام کے کس قانون پر گامزن ہیں اور محبوب کبریا علیہ السلام کی پیروی کتنی کچھ لیے پھرتے ہیں۔ ان کو شیطان نے گمراہ کیا۔ کبھی کہتا ہے اولیاء اللہ کے پاس نہ جاؤ۔ ان کے پاس جانے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

بھائیو! شیطان بڑا عالم ہے اور اس نے اتنی نمازیں پڑھیں کوئی بھی نہیں پڑھ سکتا۔ فرشتوں کا استاد ہے۔ اس کے مکر وفریب سے خود اللہ تعالیٰ ہی بچائے۔ ورنہ اس نے کئی لوگوں کو تباہ کیا اور کر رہا ہے۔ یہ اولیاء اللہ کے پاس جانے سے کیوں روکتا ہے محض اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں جاتا "ھم قوم لایشقی جلیسھم" ایسی قوم ہے کہ جن کا ساتھی اور ہم نشین بدبخت نہیں رہتا" چوری کے ارادہ سے جائے۔ صاف یقین سے نہ جائے تب بھی وہ محروم نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی اس نیت سے حاجی صاحب کے پاس جا بیٹھا کہ اس کی گھڑی جیب سے نکال لوں گا۔ تو جس پنکھے کی ہوا حاجی صاحب کو پہنچ رہی ہو وہ پاس بیٹھنے والے کو پہنچے گی۔ یا نہ ؟ ضرور پہنچے گی۔ اولیاء اللہ اپنے مریدین پر ہر حالت میں نظر کرم فرماتے ہیں۔ حتی کہ بعد از وصال بھی "اشعۃ اللمعات" باب "زیارت القبور" میں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والے اپنی ظاہری زندگی میں نو حصے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ایک حصہ زائرین کی طرف۔ لیکن بعد از وصال نو حصے زائرین کی طرف

توجہ فرماتے ہیں اور دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

(اشعة اللمعات ۱: ۷۱۱۔۷۱۰)

جب جمعیت زندہ کے مزار پر حاضری دینے سے زیادہ توجہ حاصل ہو تو یقیناً شیطان کے پیٹ میں درد ہوتا ہے کہ زائرین مستفیض ہوتے ہیں۔ اس لئے شرک اور بدعت پکارتا رہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کیوں کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر محض چومنا اور چہرہ رکھنا ہی سجدہ ہے تو نماز میں سوائے ماتھے رکھنے کے صرف زمین چوم لیں۔ تو کافی ہو گی۔ پھر ماتھا کیوں رکھتے ہیں۔ اور اگر سوائے ماتھا رکھنے کے سجدہ ادا نہیں ہوتا تو محض بوسہ دینے والوں کے بوسہ دینے اور چوکھٹ چومنے کو سجدہ سے کیوں تعبیر کرتے ہیں؟

جب صحابہؓ کرام کا معمول تھا اور ایک صحابیؓ کا درجہ ستر ہزار ولی سے بڑھ کر ہے تو ان کے معمولات کو شرک سے تعبیر کرنا یہ کونسا اسلام ہے۔ دیکھو مسند امام احمدؒ جلد ۴ صفحہ ۴۲۲، مستدرک حاکم جلد ۵، صفحہ ۵۱۵، امام بدرالدین عینی جلد ۱ میں موجود ہے کہ شہداء احد کی قبروں پر صحابہ کرامؓ جاتے۔ چہرے رگڑتے تھے۔ اور جب یہ شعائر اللہ کی تعظیم میں ہے تو شرک کا کیا مطلب؟

شیطان کو جب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی مار پڑی تو اسی لئے مقبول بندوں سے روکتا ہے۔ اس نے کہا تھا۔ میں بھی مخلوق۔ یہ بھی مخلوق۔ میں موحد ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف: ۱۲)

(تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا (بنایا) اور اسے مٹی سے پیدا کیا (بنایا))

اللہ تعالیٰ نے توبہ کی استعداد بھی اس سے سلب کر لی۔ ایک بار حضرت موسیٰ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ تو اس شیطان کو معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے کہو آج بھی آدم کی قبر کو سجدہ کر دے تو بخش دوں گا۔ چنانچہ موسیٰؑ نے شیطان کو فرمایا آج موقع ہے تیرے لئے سفارش منظور ہو گئی ہے۔ لہذا آدمؑ کی قبر کو سجدہ کر دے۔ تو باری تعالیٰ بخش دے گا تو شیطان بولا۔ اے موسیٰ تم بھولے ہو۔ میرے سامنے جبرائیل اور مقرب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس وقت میں نے آدم کو سجدہ نہ کیا اور آج مٹی کو سجدہ کروں۔

بھائیو! اب قیامت قریب ہے اسی وجہ سے شیطان انتہائی زور لگا رہا ہے کہ مسلمان آپس میں ایک نہ ہوں۔ قرآن مجید کے احکام کو طرح طرح کی صورتوں میں پیش کرتا ہے۔ اتفاق سے رہو۔ اتحاد کو مضبوطی سے اختیار کرو۔ تفرقہ اندازی سے بچو۔ فرمان باری تعالیٰ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۤءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا

(آل عمران: ۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ کا (وہ) احسان یاد کرو جو تم پر ہے (وہ) یہ کہ جس وقت تم آپس میں دشمن تھے پھر (خدا نے) تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پھر اس کی مہربانی سے تم (ایک دوسرے کے) بھائی بن گئے)

پر عمل کرو۔ جو احکام شریعت کو مضبوطی سے پکڑے گا اور اتباع و پیروی سنت رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرے گا۔ وہی شیطانی حربہ سے محفوظ رہ سکے گا۔ اور جو سوچتا رہ جائے گا غرق ہو گا۔ شیطان آج کل تفرقہ اندازی چاہتا ہے۔ ہمیں تھوڑی زمین ملی تھی اور شریعت کے خلاف کہتا ہے۔ بچے کم ہونے چاہئیں۔ منصوبہ بندی کرتے ہوئے وہم دلاتا ہے کہ آبادی زیادہ ہو گئی تو آب و دانہ پورا نہ آسکے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے سے بد اعتقادی دلاتا ہے۔ کبھی ہندو کا جاسوس بن کر ملک میں چکر لگا کر رعیت کو حکومت کے خلاف پروپیگنڈوں میں ڈالتا ہے۔ کبھی عورت کو حکومت کرنے کے خواب دکھا کر مقابلہ کیلئے کھڑا کر دیتا ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے:

(جس ملک کی سربراہ عورت ہو وہ ملک قطعاً کامیاب نہیں رہ سکتا۔)

پچھلے سالوں میں ایک خاتون کو صدر مملکت کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ آج بھٹو کو طرح طرح کے خواب دکھلا رہا ہے۔ وہ ملک بھر میں مسلمانوں کو بکھیرنے اور پراگندہ کرنے کی کوشش میں ہے۔

میرے پیر بھائیو! یہ لوگ تو کرسیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تم اپنے غریب ملک پر رحم کرو۔ یہ لوگ تو کرسیاں چاہیں گے۔ اگر تم تفرقہ اندازی میں پڑ گئے اور ایسے غداروں کے پھندے میں آگئے تو کہیں ایسا نہ ہو۔ وہی لالے آجائیں اور تمہیں ان کا منہ دیکھنا پڑے۔

دعا مانگو اللہ تعالیٰ یہودیت ' عیسائیت کو تباہ کرے۔ روافض و ہنود کو برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کبریا ﷺ کا صدقہ مسلمان زادوں کو غیر مسلم کی گرفت سے محفوظ رکھے۔ شریعت پر عمل پیرا رہنے کی توفیق بخشے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

(۱۲۔ صفر المظفر بروز بدھ ۱۳۸۸ھ)

خطاب دربیان شریعت مطہرہ و عقل

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ اَفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس: ۶۲)

(سن رکھو بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرات! انسان ایک ایسی غفلت میں ہے جسے لگ جاتی ہے برباد کر دیتی ہے۔ جو اس میں پھنس جائے۔ شیطان خناس اور نفس اسے نکلنے نہیں دیتے۔ انسان کو سمجھنا چاہیے جو چیز اسے معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے بتانے کیلئے تین چیزیں ہیں۔ ایک وہم ہے۔ دوسرا عقل اور تیسرا فرمان الٰہی۔ ان کے ذریعہ غیر حاصل شدہ اشیاء کو حاصل کرتا ہے۔ وہم کی تعریف علماء کرام کرتے ہیں۔ مدرک جزئیات یعنی ایک شے پر قیاس کر کے دوسری شے کو سمجھ لینا۔ مثلاً تم بھیڑیے کو دیکھو کہ بکری کو پھاڑ رہا ہے۔ اس کے دانت ناخن پنجہ وغیرہ کو خوب دیکھ لیا جائے بعد میں جب کبھی بھی انہی ناخنوں جیسے ناخن اور دانت و پنجہ وغیرہ کی شکل کا جانور دیکھو گے تو فوراً خیال آئے گا کہ یہ جانور بھیڑیا ہے۔ اور بکری کو پھاڑنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک بندوق کو چلتے دیکھو گے کہ کسی انسان کو اس سے مار گیا۔ دوبارہ جب بھی اس جیسی شکل دیکھو گے تو فوراً یقین کر لو گے کہ یہ انسان کو مارنے والا ہتھیار ہے۔ تو ایک چیز سے دوسری

چیز قیاس کرتے ہوئے سمجھی گئی۔ عقل مدرک کلیات ہے۔ اور یہ ملکہ اللہ تعالیٰ نے محض انسان کو بخشا انسان ہی کا یہ خاصہ ہے۔ وہم تو ہر جانور کو حاصل ہے۔ لیکن عقل صرف انسان کو دیا گیا۔ اور انسان اس کے ذریعہ سے بعض کلیات کو دوسرے کلیات سے سمجھتا ہے۔ مثلاً تم سوچتے ہو کہ ماں کے پیٹ میں بچہ رہا۔ اور پیدا ہوا تو پرورش پائی۔ جوانی حاصل کی بوڑھا ہوا۔ اسی طرح سورج نکلا۔ چڑھتے ہوئے ڈھلتا گیا اور غروب ہو گیا۔ طرح طرح کے موسم آتے ہیں پھر تبدیل ہو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ایسے تغیرات و تبدلات کو دیکھ کر انسان کہتا ہے کہ یہ چیزیں قدیم نہیں ہیں۔ حادث ہیں۔ پھر ان پر تمام جہان کو قیاس کرتا ہے کہ سب جہان حادث اور نو پید ہے۔ قدیم نہیں ہے۔ ماسوا اللہ سب مخلوق ہے۔ اور قدیم صرف خالق ہے۔ اس کو سمجھنا عقل کا کام ہے۔ جہاں عقل ختم ہو جائے۔ عقل کی پرواز نہ ہو سکے۔ وہاں سے فرمان الٰہی کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ ہے شریعت کہ جہاں عقل کی انتہا ہے اس کی ابتدا ہے۔ جو انسان کہ جس میدان میں عقل نہیں جا سکتا جہاں عقل پرواز نہیں کر سکتا۔ وہاں عقل کے پرزے لے جا کر جوڑے تو وہ بڑا احمق ہے۔ ایسے لوگ جہاں شاہین کی پرواز ہو وہاں مینڈک کو اڑانا چاہتے ہیں۔ کہاں شاہین کا مقام اور پرواز اور کہاں مینڈک کی اچھل کود۔ لہٰذا شریعت مطہرہ کو عقل کے ماتحت سمجھنے والے بے وقوف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عقل دوڑانے والے اور شریعت اقدس میں اپنے تخیلات کو راہ دینے والے گمراہ ہیں باطل پرست۔ بے دین بنے ہوئے ہیں۔

جہاں شریعت کے احکام اور اس کی پرواز ہے وہاں عقل کا کیا کام۔ مرنے کے بعد ایک زندگی ہے۔ جو عام عقل و دماغ میں نہیں آسکتی اور شریعت اقدس کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ اصحاب معرفت کے عقول عالیہ شریعت اقدس کی راہبری سے سمجھانے کی کوشش فرماتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے سمجھایا ہے۔ مثلاً انسان کا بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کی غذا خون ہے۔ اگر اس وقت کوئی اسے کہے کہ تو ایسی جگہ پر جانے والا ہے جہاں تیری یہ غذا نہیں ہوگی۔ بلکہ اس غذا کو وہاں غلیظ خسیس اور نہایت مکروہ و ناپسند سمجھے گا۔ وہاں تو باغات، دودھ، طرح طرح کے میوہ جات، مختلف رنگ کے اعلیٰ درجہ والے طعام تیری غذا ہوں گے تو اس وقت وہ غریب بچہ خیال کرے اور کہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہاں میری کھیاں ایک جگہ موزوں صورت میں پڑی ہیں۔ گھٹنے مناسب حال میں ہیں۔ سر اپنی جگہ

ہر غذا حاصل کر رہا ہے یہ تو محال ہے کہ اتنی وسیع دنیا میں ایسی غذائیں و ہوائیں اور فضائیں مجھے میسر ہوں گی۔ لیکن جب دنیا میں آتا ہے۔ اسے زمین 'ملک' جائیداد باغات وغیرہ ملتے ہیں۔ لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء میسر ہوتی ہیں تو اسے کوئی حق حاصل نہیں کہ کسی قسم کا انکار کر سکے۔ کیونکہ اب وہ دیکھ چکا ہے کہ اس وقت کی غذا خون تھا۔ اور اس کیلئے سوائے ماں کا پیٹ۔ اب اس غذا کے بدلے اعلیٰ درجے کے طعام۔ اس سرائے کے مقابلہ میں نہایت وسیع مکان مل چکے ہیں۔ تو اب اسے کون سا حق حاصل ہے کہ اپنی عقل کو دوڑائے۔

اسی طرح ہم بھی ایک عالم میں جانے والے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور اپنے محبوب ﷺ کے صدقہ ان مکانوں کے بدلہ میں اور ان غذاؤں کے بدلے وہ مکان اور غذائیں نصیب فرمائے جو مؤمنین اور متبعین کیلئے تیاری کی گئی ہیں تو ان غذاؤں کے بدلہ میں یہ غذائیں نہایت ہی خسیس ہوں گی۔ لہٰذا انسان کو کوئی حق حاصل نہیں کہ عقل کے گھوڑے کو ایڑی لگائے اور وہاں تک پہنچنے کو مجبور کرے جہاں تک طاقت اور دوڑ بیکار ہے۔

اسی طرح ایک آدمی کو کہا جائے کہ قبر میں سانپ اور زہریلے بچھو ڈسیں گے۔ فرشتے ماریں گے۔ عذاب ہوگا لیکن کوئی آدمی کہے کہ فلاں آدمی کی قبر کو ہم نے کھودا تو کسی قسم کا عذاب وغیرہ نہ دیکھا۔ وہ تو بالکل سویا ہوا اور امن امان میں پڑا تھا۔ اس کو سمجھانے کیلئے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک متمول آدمی سویا ہوا ہو۔ اس کے نوکر پاس بیٹھے ہوں اور مکھی تک نزدیک نہ آنے دیں۔ کسی کو بولنے نہ دیں کہ صاحب بہادر کی نیند میں فرق آئے گا۔ طرح طرح کی تازہ ہوا اور راحت اس کے اسباب میں ہوں۔ لیکن وہ ایسے خواب میں ہو کہ اسے ایک اژدھا نے گھیرا ہوا ہے اور بھاگ رہا ہے۔ اژدھا سے ڈر کر بھاگتے بھاگتے کبھی کانٹوں میں گرتا ہے۔ کبھی ندیوں سے گزرتا ہے۔ کبھی جھاڑیوں سے کودتا ہوا اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت اسے جگا دیا جائے تو کتنا خوش ہوگا۔ اسی طرح ایک زمین پر اور بڑے بڑے ڈھیلوں پر سویا ہو۔ لیکن نہایت راحت دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی خوشی کا خواب آئے۔ اور وہ طرح طرح کی راحتیں اور خوشیاں اس میں حاصل کر رہا ہو تو اسے جگا دیا جائے تو اسے کتنا افسوس ہوگا۔

بھائیو! یہ سب چیزیں روح سے تعلق رکھتی ہیں اور روحانی حالات کو عقل سے کیا واسطہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے علماء پیدا کئے ہیں۔ امام غزالیؒ کہ جنہوں نے سمجھا کہ سب سے

مقدم شریعت ہے۔ عقل محدود ہے۔ اور شریعت اعلیٰ مراتب پر ہے۔ شریعت کے مقابلہ میں انسان عقل سے کام نہ لے۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھ (حضرت قبلہ شیخ الاسلامؒ) پر اعتراض کیا کہ جس وقت شق القمر کا معجزہ وجود میں آیا اور آسمان پر چاند دو ٹکڑے ہوا تو تمام دنیا والوں کو کیوں معلوم نہ ہوا اور صرف مکہ والوں ہی کو یہ پتہ چلا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا ہے۔ حالانکہ چاند آسمان پر ہے۔ اور تمام دنیا اس کو دیکھتی ہے۔ سب کیلئے اس کا نور یکساں ہے۔ حالانکہ وہ شخص بھی مسلمان زادہ تھا۔ لیکن عقل کی زد میں آکر اعتراض کر دیا۔ "شق القمر" کا واقعہ مکہ مکرمہ میں بلکہ جبل ابی قبیس پر ہوا۔

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

عرب شریف کا ملک ہم سے میرے خیال میں سوا دو گھنٹے کا فرق ہے۔ یعنی اس وقت اڑھائی کا وقت یہاں ہے۔ اور وہاں تقریباً بارہ بجے کا وقت اور ولایت میں پانچ گھنٹے کا فرق ہے۔ امریکہ بارہ گھنٹے کا فرق۔ اسی طرح اگر مکہ شریف میں سات بجے کا وقت ہو تو ہمارے ہاں نو بجے ہوں گے۔ لہذا جس وقت چاند دو ٹکڑے ہوا تو تم خیال کرو۔ وہی وقت دوسرے علاقوں میں تھا یا دوسرا۔ اگر وہی وقت نہیں تھا تو سوال کسی قدر صحیح ہو سکتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ رات کو ستارے چھوٹتے ہیں۔ کبھی دن کو بھی دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ دن رات ہر وقت چھوٹتے رہتے ہیں۔ عرب شریف میں رات ہو اور یہاں دن ہو تو کون جان سکتا ہے کہ رات کا واقعہ دن میں دیکھا جائے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہیں بادل ہو تو یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ پر ویسا ہی نظر آئے۔ جیسا کہ مکہ مکرمہ میں دیکھا گیا۔ اور سورج کی روشنی سے ستارے چاند وغیرہ بھی نظر نہیں آتے۔ اب اس وقت کوئی بتائے کہ چاند کہاں کھڑا ہے۔ کہیں آدھی رات ہوگی اور کہیں صبح کہیں دوپہر وغیرہ۔ لیکن پھر بھی ایک راجہ نے اپنی رصد گاہ میں بیٹھے ہوئے چاند کو اس وقت ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ اور اپنے وزیر "بلیار تن صاحب" کو مکہ مکرمہ میں تحقیق کیلئے بھیجا۔ اور کہا کہ یہ معجزہ نبی آخر الزماں ﷺ کا ہے۔ جا کر تحقیق کرنا۔ چنانچہ اس نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اس واقعہ کی سچی خبر دی۔

(اس واقعہ کی تحقیق "انوار قمریہ" کے صفحہ نمبر ۱۸۵ پر موجود ہے)

تم لوگ شریعت کے معاملہ میں عقل سے کام نہ لو۔ یہ شیطان کا حربہ ہے۔ شیطان دینی معاملات میں عقل کو دخل دلا کر دھوکا دیتا ہے۔ اور گمراہ کرتا ہے۔ ایک اور چیز بھی ہے۔ وہ یہ کہ بعض اشیاء کا بیان تو اللہ تعالیٰ نے خود واضح طور پر فرمادیا اور بعض کا بیان رسول اللہ ﷺ نے وضاحت سے فرمایا۔ بعض چیزیں سمجھانے کیلئے تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت ختم ہو چکی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی فرمایا:

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: ۴۰)

(محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں)

اتنی تشریح اور وضاحت کے بعد پھر بھی انسان شک میں پڑ جائے تو لامحالہ اپنے عقل اور وہم میں گرفتار ہے۔

دوسری چیز اللہ تعالیٰ نے نمونہ کے طور پر دکھادی۔ جس طرح اولیاء کرام راہ رشد و ہدایت کا ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ ان کی زندگی اور عمل ہدایت پر دلالت کرتے ہیں صدیاں گزر گئیں لوگ ان کی خاک چومتے ہیں۔ چوکھٹ اور دروازہ کو بوسہ دیتے ہیں۔ ان کی عزت اور احترام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی نصیب فرمائے۔

پیر سیالؒ کی وصیت ہے آپ نے فرمایا کہ جس طریقہ پر تم مجھے دیکھ رہے ہو اسی کو اختیار رکھنا۔ کئی طرح کے مذاہب و طریقے آئیں گے۔ لیکن اس مذہب کو نہ چھوڑنا۔

مسلمانو! میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اسلام کو مضبوطی سے پکڑو۔ اولیاء کرام کی پیروی قائم رکھو۔ شیطان بڑا دشمن ہے۔ یہ گمراہ کرنے کیلئے قسمیں اٹھا کر آیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خطاب در اختیار کردن مجالس اولیاء

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ۔وَنَشْھَدُاَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّابَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کا بیان

لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لوقف اربعین اوکماقال رسول اللہ ﷺ (اگر نمازی کے سامنے گزرنے والے کو عذاب کا علم ہوتا تو چالیس سال کھڑا رہتا اور نمازی کے آگے نہ گزرتا)

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب اثم المار بین یدی المصلی)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم

بھائیو!ایک مسلمان کو اگر خدا اور رسول خدا ﷺ کا فرمان سنایا جائے تو اس کیلئے کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ عمل نہ کرے۔

اندازہ لگائیں چالیس سال پیاس بھوک دھوپ سردی گرمی وغیرہ کی برداشت کرکے جس عذاب سے بچنے کا خیال چالیس سال کھڑا رہنے پر مجبور کردیتا ہے وہ کس قدر ہوگا؟ نبی کریم ﷺ کا ارشاد اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔اور مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے فرمان باری تعالیٰ کو ہمیشہ مقدم رکھتا ہے۔جس طرح مسلمان کو جسمانی صحت درکار ہے۔اسی طرح روحانی تندرستی کی بھی ضرورت ہے۔ جسم تابع ہے اور روح مقدم ہے۔جب تابع کے

علاج ودوا کیلئے ہمہ تن کوشش کی جاتی ہے تو روحانی امراض کو دور کرنا ازحد لازمی ہے۔ اگر صرف جسم کا خیال رکھا جائے تو انسان کو انسان نہیں مانا جائے گا کیونکہ صرف جسم کی حیثیت سے افضل المخلوقات اس کا نام نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے چوپایہ اس کے زمرہ ہے۔ "اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ" کا مصداق وہی لوگ ہیں جنہوں نے روحانیت کا لحاظ نہ رکھا۔

ہم دیکھتے ہیں جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو صحت کی بحالی کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ ہر طرح سے علاج اور پرہیز وغیرہ اختیار کرتے ہیں۔ تاکہ جسم اپنے اعتدال پر آئے۔ اور شفایابی ہو تو جس طرح جسم کو مرض لاحق ہوتی ہے اسی طرح روح بھی امراض کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کی شفا کیلئے شفاخانے اور روحانی امراض سے بچنے اور اس کے علاج کے طریقے موجود ہیں۔ محبوب کبریا ﷺ نے فرمایا:

علیکم بمجالسة العلماء واستمساک کلام الفقهاء فان الله تعالیٰ یحی القلب المیت بهم کما یحی الارض بماء المطر (منبهات حجر عسقلانی)

(تم پر علماء کی مجالس اور فقہاء کا کلام سننا لازمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مردہ لوگوں کو زندہ کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش سے سرسبز وشاداب فرماتا ہے)

اور علماء سے مراد وہ عالم ہیں جن کو علم لدنی عطا ہوا ہو۔ عارف کامل ہوں۔ اولیاء اللہ کی مجالس میں بیٹھنا اس کی برکت سے ولی اسے بھی اپنے جیسا ہی بنا دیتا ہے۔ بہت سی حدیثوں میں موجود ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے بندے ذکر کرتے ہیں۔ انہیں رحمت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ اور فرشتے اترتے ہیں۔

(مشکوٰۃ باب ذکر اللہ والتقرب الی اللہ، الفصل الاول ص: ۱۹۶)

جب اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کو کئی اعتبار سے محیط ہے۔ علم سے محیط ہے۔ قدرت سے محیط ہے۔ اپنی حکمت سے محیط ہے تو ذاکر کے حالات سے آشنا ہوتا رہتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے ذاکرین کو ملائکہ ڈھانپ لیتے ہیں (حفتهم الملائکة) اور دوسروں کو کہتے ہیں۔ ادھر تو ان لوگوں کے پاس بیٹھو۔ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا۔

بھائیو! اگرچہ جیب کترنے کیلئے بھی کوئی آکر ان لوگوں کے مجمع میں بیٹھ جائے وہ بھی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اسی آستانہ پاک پر چور آئے اور سرفراز ہو کر گئے۔ ایک شخص

میرے پاس آیا اور کہا میں گھوڑوں کی چوری کیلئے آیا تھا کیونکہ میرا کام گھوڑے چرانا تھا۔ چنانچہ ایک رات دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی پیر سیال کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کی بارگاہ میں گیا۔ جب بری نیت کا ارادہ کیا تو پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ حضور فرمارہے ہیں رب کی مار ہو تجھے اب چھوڑ دے۔ بھوکا ننگا رہ جائے گا توبہ کر لے۔ چنانچہ توبہ کی اور تمام عمر برے کاموں سے باز رہا۔ یہ تو میری عمر کا واقعہ ہے۔ اسی طرح ایک اور دشمن نے توبہ کی۔ اور اسے موت بھی دلائل الخیرات پڑھتے ہوئے آئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے طفیل کرم فرمائے۔

قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ من آداب زائرالقبور۔ اذاارادان یدعولصاحب قبر ویتوسل الی اللہ تعالیٰ بولی من اولیا ئہ فی اجابہ دعوتہ ان یتوسل اللہ تعالیٰ بولی میت فانہ انجح لمقصودہ واقرب لاجابۃ دعوتہ

(الابریز ص: ۱۹۴)

(ملفوظات میں حضرت عبدالعزیز دباغ ؒ نے فرمایا کہ قبور کے زائرین کیلئے یہ آداب ہیں۔ جب کسی قبر والے کے پاس جاکر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاحب قبر کے اولیاء میں سے اس کے کسی ولی اقرب کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے کیونکہ یہ اس کی دعا کے قبول ہونے کا زیادہ ذریعہ ہے۔ اور مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کا قریب ترین وسیلہ ہے۔

یہ تصریح حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں فرمائی ہے۔ بلکہ ولی اللہ کے دروازے پر آنے والے یہ خیال نہ کریں کہ میرے پاس رقم تھی۔ اپنی مرضی سے آگیا ہوں۔ بلکہ جس کو ولی اللہ بلاتا ہے وہی آتا ہے۔ شاہان مغلیہ کے ایک نواب کا واقعہ ہے۔ اس نے سنا کہ جس کو دعوت نامہ آئے وہی جاتا ہے۔ ورنہ حاضر نہیں ہو سکتا۔ وہ نواب ریاست تھا۔ وہ دہلی سے اجمیر شریف جانا چاہتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور آپ کے خدام استفسار کررہے ہیں کہ کس کس کو بلائیں۔ فلاں آئے یا نہ آئے تو آپ اجازتیں دیتے رہے کہ ہاں فلاں کو بلاؤ۔ ان فلاں کو بھی بلاؤ۔ چنانچہ جب میرے لئے کہا گیا تو فرمایا اسے نہ بلاؤ۔ لیکن اس نے تیاری کیلئے پہلے سامان باندھ رکھا تھا۔ دل میں آیا کہ میں مکمل طور پر تیار ہوں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں نہ جاسکوں گا۔ چنانچہ صبح ہوئی تو بادشاہ کی طرف سے گرفتاری کا حکم آگیا۔ اس وقت اگر کسی

بڑے رئیس کو گرفتار کرتا ہوتا تو سونے کی ہتھکڑی ایک طشت میں رکھ کر اس کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ اسی طرح جب اس کے سامنے ہتھکڑی طشت میں رکھی گئی تو کہا بہت اچھا۔ بہر حال قید میں چلا گیا۔ ایک سال قید رہا۔ دوسرے سال قید ہی میں خواب میں دیکھا کہ اسی طرح خدام نے پوچھا تو خواجہ غریب نواز نے فرمایا کہ ہاں اب اسے بلاؤ۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ابھی تک میں قید میں ہوں اور کل رخصتی اور چلنے کا روز ہے۔ بادشاہ نے میرے مقدمہ کی ساعت کا خیال تک نہیں فرمایا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب میں اجمیر شریف چلا جاؤں گا۔ لیکن جب صبح ہوئی تو اطلاع آئی کہ بادشاہ آرہا ہے۔ جب بادشاہ آیا تو اس نے معافی مانگی۔ اپنا عذر پیش کیا کہ میں نے فلاں آدمی جو تمہارے نام کا ہے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تھا۔ مغالطے سے آپ کو ہتھکڑی لگا دی گئی ہے۔ نواب نے کہا تمہارا کیا قصور ہے یہ تو خواجہ غریب نواز کی طرف سے مجھے سبق نصیب ہوا ہے۔

تو بھائیو! جس کو یہ لوگ نہ بلائیں ہو سکتا ہے کہ راستہ سے لوٹ جائے اور جن کو بلانا ہو وہ اسباب مہیا کر دیتے ہیں۔ یہ ان کی کرم نوازی ہے۔ پھر ہم خیال کرتے ہیں کہ یہاں حاضر ہو کر خالی جاتے ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خود بلائیں اور محروم کر کے بھیجیں۔ جو لوگ آئے ہیں بلائے ہوئے ہیں تمہیں مبارک ہو۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی اصلاح کریں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: ۱۱)

(اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت آپ نہ بدلیں)

تو معلوم ہوا کہ حلال برابر رہتا ہے اور اچھا اچھا ہی رہتا ہے۔ جتنے تک وہ خود اپنے برے اخلاق و عادات کو تبدیل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اے اللہ تعالیٰ ہم تمام بری عادتوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ہمیں توبہ کی توفیق دے تمام عہد کرو اور سب بارگاہ رب العزت میں گڑگڑا کر عرض کریں کہ اے کریم رب العالمین ہم گناہ چھوڑیں گے۔ پھر دیکھنا کیا حالت ہو جائے گی۔ اگر کسی کے دل میں بد معاشی ہے۔ جھوٹ بولنا۔ گلہ کرنا وغیرہ عادات خسیسہ ہیں تو خدا سے توڑ کر مخلوق سے لگانا چاہتا ہے۔ اچھی عادتیں ہیں۔ خدا سے لو لگاؤ۔ یہ خیال نہ کرے کہ اولیا اللہ کی استطاعت ہوتی ہے۔ وہ خود ہمیں درست کر دیں۔ بلکہ جو بھی یہاں

آئے انہوں نے اپنی حالت کو پہلے خود بدلا۔ خدا تعالیٰ نے ان کی تمنا کو بموجب کوشش اور محنت کے پورا فرمادیا۔ مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والے یہاں آئے تو ایک خشک عالم تھے۔ آتے ہی حضور پیر سیال کے ساتھ طرح طرح کے اعتراضات کیے جن کے جوابات سے تسکین ہو گئی اور پہلی حالت چھوڑ دی۔ فیوض برکات سے نوازے گئے۔ اسی طرح سید حیدر شاہ صاحب جلال پور والے بے شک سید ہیں لیکن ان سے پہلے اعلیٰ درجہ کے اور بہتر لوگ موجود تھے۔ شاہ صاحب نے بھی اپنی سابقہ حالت کو چھوڑا۔ ریاضت و عبادت۔ محنت و مشقت کو اختیار کیا۔ تو دیکھو آج ان کی خاک بوسی ہو رہی ہے۔ اور مولانا صاحب مرولہ شریف والے بھی ایک خشک ملا تھے۔ آئے اور توفیق حاصل کی۔ انہوں نے بھی کوشش سے نصیب پایا۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے کہ تم میں سے ہر ایک سید حیدر شاہ اور پیر سید مہر علی شاہ بن جائیں۔ پھر نہ کہنا کہ توجہ کا موقع نہ دیا گیا اور ہم محروم رہے۔ کوئی کہے کہ میں شقی ہوں۔ بد نصیب ہوں۔ یہ غلط ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "جو شخص حج کر کے گھر آئے اور اپنی حالت نہ بدلے تو اس کا حج نامنظور ہے"

بھائیو! تم تکلیفیں اٹھا کر یہاں آئے ہو۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ روپیہ خرچ کیا۔ بھوک پیاس برداشت کی اور واپس جاؤ پھر بھی وہی پہلی حالت ہو تو اس سے نہ آنا بہتر ہے۔ وقت ہے ولی اللہ کے دروازے پر ہی تائب ہو کر اپنا سفر کرنا۔ اور یہاں آنا منظور کراؤ۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے:

(بعض لوگ روزہ رکھتے ہیں انہیں سوائے اس کے کہ بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا) ہر کام کا خاص مقصد ہوتا ہے۔ اگر وہ مقصد حاصل نہ کیا جائے تو کام کرنے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حقیقی مقصد میں کامیاب فرمائے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ"

بھائیو! مجھے بھی شرم آتا ہے کہ میں تو چارپائی پر نیند کروں اور مجھ سے نیک لوگ اور اچھے اچھے لوگ نیچے سو جائیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ موجود ہو۔ لہذا میرے لئے بھی دعا کرو کہ میں بھی پیر سیال کے غلاموں میں سے رہوں۔ نیز دعا مانگو اللہ تعالیٰ عیسائیوں، یہودیوں اور ہندو سکھ تمام دشمنان اسلام کو تباہ کرے۔ حضرت محمد ﷺ کے امتی سکھ کے سانس لے سکیں۔

یاد رکھو! دشمن کی طرف سے تکالیف ہمارے اپنے اعمال ہی کا سبب ہے۔ ازماست کہ برماست "اگر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو ہمارے عرب بھائیوں پر یہود مسلط نہ ہوتے۔

تیسری گذارش ہے کہ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہو۔ ہمیں مٹانے کیلئے دشمن طرح طرح کی کوشش کررہا ہے۔ جو لوگ حکومت کرگئے ہیں انگریز تھے۔ انہوں نے بھی گرفتاریاں کیں۔ مسلمان ان کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔ لیکن میرے پیر بھائیو! پاکستان بنایا ہے تو آستانہ عالیہ کے متوسلین نے گرفتاریاں دیں۔ ہمارا ہی کام تھا پاکستان کا بنانا اور یاد رکھو اب اس کو قائم رکھنا بھی تمہارا کام ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا جارہا ہے۔ قربانی کے جانور انہیں ذبح نہیں کرنے دیتے۔ انہیں مارا پیٹا جاتا ہے۔ تکلیفیں دی جاتی ہیں محض اس خاطر کہ وہ مسلمان ہیں۔

میں دعا مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ملک قائم رکھے۔ اے اللہ یہ ملک تیرا ہے تو ہی اس کا نگہبان ہے کرم فرما۔ مسلمانوں کو اتفاق عطا فرما اور عمل کی توفیق بخش۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

۲۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

خطاب دربیان فیض

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ۔وَنَشْھَدُاَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔بَلَّغَ الرِّسَالَۃَوَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّابَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ(الزمر:۲۲)

(پھر کیاوہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہے۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

محترم حضرات اور پیر بھائیو!اس آیت کریمہ کے متعلق میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ شرح صدر کسے کہتے ہیں۔

فیض دو قسم کا ہے۔ایک ہے کسبی وتعلیمی جو استاد سے انسان پڑھتا ہے اور وہ تعلیم پر موقوف ہے۔اور دوسرا بغیر کسی واسطہ کے۔رب العالمین کی طرف سے کھل جاتا ہے۔اس کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت علامہ مولانا بحر العلوم صاحبؒ حضرت مولانا نظام الدین صاحب کے لڑکے تھے اور اپنے والد ماجد سے علم بھی سیکھا۔آج کل جو نصاب درس نظامی سے موسوم کیا جاتا ہے۔وہ مولانا نظام الدین صاحبؒ کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ اس کے مرتب وہی ہیں۔ مولانا بحر العلوم صاحب طالب علمی کے زمانہ میں تعلیم کی طرف رغبت نہیں رکھتے تھے۔بلکہ اکثر اوقات لہو ولعب میں گزار دیتے۔اسی وجہ سے ان کو

ابو العیاش کہتے ہیں۔ دوسرے طلباء طرح طرح کی ترقی کرتے۔ خاص کر ملا حسن تو طعنہ زنی میں پیش پیش تھے۔ اور کہتے کہ یہ اپنے والد کی جگہ کیسے علمی مقام حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا نظام الدین صاحبؒ کے وصال پر بحر العلومؒ کو از حد قلق پہنچا۔ اور نہایت حزین و غم ناک ہوئے۔ ایک دن بعد از نماز تہجد دروازہ بند کر کے اپنے والد ماجد کی یاد میں اور اپنے علمی حال کی فریاد میں رونے لگے۔ بالکل بیداری کے عالم میں ہی تھے اچانک ایک شخص نظر آیا اور کہا "عبد العلی" فوراً اٹھو اور کوئی چیز نذرانہ کیلئے بھی لے لو۔ اٹھتے ہی کچھ حلوہ گھر میں موجود تھا۔ ساتھ لے کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ آگے آکر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پالکی سے اترا اس شخص نے فرمایا تجھے محبوب کبریا ﷺ کا حلیہ مبارک یاد ہے؟ تو مولانا بحر العلوم صاحب نے شمائل ترمذی کے پہلے صفحہ پر جو حدیث پاک آپ کے حلیہ مبارک والی ہے وہ پڑھی۔ اسی وقت محبوب کبریا ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے برقعہ مبارک اتارا۔ مولانا عبد العلی صاحب فوراً قدموں پر جا گرے۔ اس لے جانے والے شخص نے فرمایا۔ یہ محبوب دوعالم ﷺ کی ذات بابرکات ہیں اور دائیں طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ دوسری طرف حضرت عمر فاروقؓ ساتھ ہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اور میں انس بن مالکؓ ہوں۔ چنانچہ آقائے نامدار محبوب کردگار ﷺ نے مولانا کو اپنے سینہ انور سے لگایا تو مولانا فرماتے ہیں۔ اس وقت میرے سینہ میں علوم کے سمندر موجزن ہو گئے۔ یہ واقعہ خواب میں نہیں بلکہ ظاہراً حالت بیداری میں ہوا۔ مولانا نے صبح کو ارادہ کیا کہ اب جو لوگ طعنہ زنی کرتے تھے ان کی خبر لینی چاہیے۔ چنانچہ سہارنپور پہنچے۔ اس وقت ملا حسن وہاں انتہائی درجہ کے طلبہ کو کتابیں پڑھاتے تھے۔ جب مولانا وہاں پہنچے تو اسی حالت میں تھا۔ یعنی کتابیں پڑھا رہا تھا۔ مولانا کو دیکھتے ہی نشے اور غرور میں آکر کہا آیئے میاں صاحبزادے۔ کیسے آئے ہو۔ کسی قسم کا ادب نہ بجالایا۔ اس میں شک نہیں کہ ملا حسن بہت بڑا فاضل ہوا ہے۔ اسے ذہین ماننا پڑتا ہے۔ ملاقات کرتے ہی مولانا بحر العلومؒ سے ملا حسن نے کہا صاحبزادے بیٹھو۔ فخر اور نشہ غرور میں کہا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ بحر العلوم صاحب تشریف فرما ہیں۔ اس وقت "امور عامہ" پڑھا رہا تھا۔ فوراً ہی بحث شروع ہو گئی۔ چنانچہ مولانا عبد الرشید صاحب اس وقت اسباق کا سماع کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ اس گفتگو میں بڑا لطف آنے لگا۔ اور میں نے دل میں کہا خدا کرے یہ گفتگو جاری رہے۔ کیونکہ اسباق کے سماع سے زیادہ لذت کی باتیں

ہونے لگیں۔

جس کا شرح صدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس کی باتوں میں لذت نہ ہو:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کا مصداق بحر العلوم تھا۔ جس وقت نماز کا وقت آتا تو بحر العلوم صاحب نماز پڑھ لیتے۔ اس تمام دن بحث میں رہے۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو کہا کہ باقی انشاء اللہ کل کریں گے۔ ملا حسن نے کہا ماشاء اللہ کچھ یاد تو لیے پھرتے ہو۔ میں نے سمجھا تھا فراموش کر چکے ہو گے۔

دوسرے دن کی بحث کے متعلق مولانا عبد الرشید صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کونسا مسئلہ چل رہا ہے۔ البتہ کسی وقت کوئی ایک صاحب اعتراض کرتے یا کسی طرف سے نفی وغیرہ کا جواب ملتا تو معلوم ہوتا تھا کہ اعتراض کیا گیا ہے۔ یا اب جواب شروع ہے۔ لیکن اونچے پایہ کی گفتگو تھی۔ بالکل مطلب سمجھ نہ آیا۔ اسی طرح وہ دن بھی ختم ہو گیا۔ تیسرے روز جب گفتگو شروع ہوئی تو ہمیں بالکل سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا بحث ہے کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا۔ بالآخر ملا حسن لاجواب ہو کر مولانا عبد العلی صاحب (بحر العلومؒ) کے قدموں پر گر گیا۔ اور کہنے لگا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم بحر العلوم بن چکے ہو۔

بھائیو! ایسا شرح صدر ہوا کہ دنیا مان گئی ہے۔ بحر العلومؒ کا یہ واقعہ ان کے شاگرد نے شمائل ترمذی کی حدیث پاک جو پہلے صفحہ پر محبوب کبریا ﷺ کے حلیہ مبارک کی ہے پڑھاتے وقت بیان کیا۔ پھر ان کے شاگردوں نے اس مقام کو وقت تعلیم۔ علی ھذا القیاس ہمارے استاذ صاحبؒ نے اسی طرح سے اس مقام کو پڑھتے وقت بیان فرمایا۔ جو علم اور فیض کلی ہو وہ دلائل سے مقابل کو توڑ سکتا ہے۔ طرح طرح کے جوابات سے ہو وہ دلائل سے مقابل کو توڑ سکتا ہے۔ طرح طرح کے جوابات سے لاجواب و خاموش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرح صدر جو اللہ تعالیٰ کے نور سے حاصل ہو۔ اس کے سامنے علوم کے پہاڑ آجائیں تو فوراً فنی ہو کر اڑ جائیں گے۔

امام فخر الدین رازیؒ کو متکلمین کا استاذ مانا گیا ہے۔ وہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ جب نزع کا وقت آیا تو شیطان نے کوشش کی تاکہ دولت ایمان سے محروم کرے۔ چنانچہ اعتراض کیا کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ کے ماننے کیلئے کیا دلیل ہے تو امام صاحب نے جواب دینا شروع کر دیا۔ اس وقت امام صاحب کا ایک شاگرد موجود تھا۔ وہ سب سن رہا تھا۔ اور دلائل وغیرہ لکھتا گیا۔ اسے معلوم ہو جاتا کہ اب امام صاحب دلیل دے

رہے ہیں۔ کیونکہ جب شیطان دلیل کو نہ مانتا تو آپ فرماتے اچھا تو اور ثبوت لو۔ حتیٰ کہ امام فخر الدین رازیؒ نے ننانوے دلائل دیئے۔ شیطان لعین نے رد کر دیئے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کو کشف سے معلوم ہو گیا۔ تشریف لائے۔ اور فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت امر بدیہی ہے اور امر بدیہی کی دلیل نہیں ہوتی۔ تو کہہ کہ میرے شیخ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ یہ جواب دینا ہی تھا کہ لعین دفع ہوا۔ شرح صدر والے شخص کی برکت سے شیطان کا بھاگنا اور نعمت ایمان کا قائم رہنا نصیب ہوا۔ ورنہ کسبی علم تو فوراً ہی توڑ کر رکھ دیا گیا۔ یہ نور الٰہی 'نور ربانی ہی کی برکت ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ کا علم بہت پائے کا ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

گر بہ استدلال کار دین بودے فخر رازی رازدار دیں بودے

اتنا علم مقابلہ میں کچھ بھی کام نہ آیا۔ کامل پیر کی توجہ اور شرح صدر والے شیخ کی نظر اور ان کا نام ہی امام صاحب کو بچا کر لے گیا۔

دوسری چیز ایسے ماحول میں علم حاصل کرتے ہیں تو وہ ماحول یا تو اللہ تعالیٰ کے منکرین کا ہے یا اولیاء اللہ کے ساتھ عقیدت نہیں رکھتے۔ اس لئے شیطانی وسواس کا شکار رہتے ہیں۔ میں دیکھ چکا ہوں۔ سوائے مشائخ عظام کی توجہ اور نور ربانی کے منزل مقصود تک پہنچنا ممکن ہے۔

مولانا شاہ اللہ بخش صاحب کیبزیؒ پیر سیال کے خلیفہ ہوئے ہیں۔ قوالی کے سخت دشمن تھے۔ مولانا مرولویؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں کہتے تھے۔ یہ لوگ لنگر سے کھا کھا کر موٹے ہوتے ہیں۔ بے وقت وجد کیا کرتے ہیں۔ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ طنزاً اس طرح کہتے تو مولانا مرولویؒ نے فرمایا یہ حال سے متعلق چیز ہے۔ تجھے قال سے تعلق ہے۔ خدا کرے تجھے بھی حال نصیب ہو جائے۔ لیکن شاہ صاحب نے فرمایا" خدا کرے میں اس سے محفوظ رہوں۔" اس طرح سخت منکر ہو کر طعنہ زنی کرتے ہوئے سخت الفاظ زبان پر لاتے۔ ایک دن مولانا مرولوی نے فرمایا۔ اے اللہ بخش صاحب میں نے خواب میں دیکھا کہ فلاں جگہ ریت کے ٹیلے پڑے ہیں۔ قوالی ہوئی ہے۔ اس قوالی میں تجھے وجد ہو گیا۔ فلاں غزل پڑھی گئی۔ فلاں جگہ ہے۔ فلاں وقت وغیرہ بیان فرما کر دعائیہ کلمات کہے کہ خدا کرے کہ تیری قسمت کھل جائے۔ یہ تو شاہ اللہ بخش صاحب نے جواباً کہا خدا نہ کرے۔ حتیٰ کہ اسی جگہ ایک دن حضور

غریبؒ نواز نے قیام فرمایا اور انہی قوالوں کو غزل پڑھنے کا حکم دیا۔ وہی غزل قوالوں نے شروع کی تو مولانا مرولوی صاحب فرمانے لگے۔ شاہ صاحب یاد ہے دیکھیں وہی جگہ ہے جو خواب میں بیان کی تھی۔ اب غزل بھی وہی ہے۔ لیکن شاہ صاحب کا مستغرا اپنی حالت پر تھا۔ کہتے ہیں تو کیا ہو گیا؟ حتیٰ کہ غزل سنتے ہوئے شاہ صاحب کو وجد آ گیا۔ اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ ٹیلہ ہموار کر دیا۔ آواز بلند ہو تا تھا۔ مگر سننے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کنویں میں پڑا ہوا آواز دے رہا ہے۔ یہ وجد حضور غریب نوازؒ کی نگاہ توجہ سے شروع ہوا۔ اور گاما قوال نے غزل یہ پڑھی تھی۔

ع لا آدم فی الکون ولا ابلیس لا ملک سلیمان ولا بلقیس

فالکل عبارات وانت المعنی یامن ھوللقلوب مقناطیس

اس کے بعد ہمیشہ شاہ صاحب قوالی سے کیفیت حال میں مست اور مخمور رہے۔ بلکہ بعد میں اکثر ان کے وجد پر دوسروں کی بھی یہی حالت ہو جاتی تھی۔

بھائیو! ایسی چیز ہے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

دار العلوم کے مقام کے تعین کے اسباب

اس جگہ پر دار العلوم کی تجویز اور تجدید عمارت کی وجہ کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں یہ مستقل جگہ ہو جائے۔ دوسری ان مکانات و عمارات کی اہمیت میں سعی و کوشش ضروری سمجھی۔ بلند ترین عمارتوں میں ذکر اللہ کا ہونا اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ

(النور: ۳۶۔۳۷)

(ان گھروں میں کہ اللہ نے ان کو بلند کرنے (ان کی تعظیم کرنے کا) اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا حکم دیا۔ ان میں صبح و شام تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے مرد کہ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز باقاعدگی کے ساتھ پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی وہ اس

دن سے ڈرتے ہیں۔ جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ (مضطرب) ہوں گی)

اللہ تعالیٰ نے ان مکانوں کو بلند کرنے کی اجازت دی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ اسی کی طرف دھیان ہو۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ :

بے علم نتواں خدا را شناخت — بے علم خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا

علم کیلئے عمارتیں ہوں۔ دنیاداروں کی طرف علم پڑھنے والے رجحان نہ پکڑیں۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں رہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ طلباء انگریزی خواں لوگوں کی نظروں میں کمزور نظر آتے ہیں۔ اس لئے اپنے دارالعلوم میں ان مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جن سے ہر فن ہر طبقہ کے لوگوں میں ان کا وجود باعث فخر ہوگا۔ ملبوسات کو عزت دینے کے واسطے لباس فاخرہ ہونا چاہیے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جناب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے دربار میں حاضر ہوئے تو شاہ ایران کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے پیٹ پر پتھر باندھنے اور فقر اختیار کرنا بھول گیا ہے۔ اپنی پہلی زندگی یاد نہیں ہے؟ تو فرمایا کہ میں اسلام کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔ اہل اسلام کو غیر دیکھیں تو مرعوب ہو جائیں۔

بھائیو! میرے ذہن میں بھی یہی ہے کہ دنیا کی کوئی یونیورسٹی ظاہری صورت میں بھی ہمارے دارالعلوم کا مقابلہ نہ کر سکے۔ نیز یہاں کے فارغ شدہ علماء متمول آدمیوں کے ہاں کسی قسم کی جھجک نہ کریں گے۔ ساتھ یہ بھی ہے کہ ایک تو تعمیری کیفیت اور عمارات کی صورت ظاہری حالات میں باعث فخر ہے۔ دوسرا حضرت غریب نوازؒ کے آستانہ کے قریب تر۔ کیونکہ میرے حضرتؒ فرماتے تھے جو مسئلہ مجھ سے حل نہ ہوتا تھا۔ مزار پر حاضری دے کر عرض کرتا تو فوراً حل ہو جاتا تھا اور میرا بھی یہ معمول تھا۔ کیونکہ مشکل سے مشکل مقام اور "لاینحل" عقدے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے حل کر دیتا ہے۔ علم میں بھی برکت دے گا۔ حضور غریب نواز کی توجہ باعث سعادت اور کامیابی کا اعلیٰ سبب ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طالب علم کو بحر العلوم بنائے جو کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے اسلام کی عزت کا موجب ہو۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

۲۳ صفر المظفر بروز جمعہ ۱۳۸۸ھ

خطاب دربیان روحانیت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (یونس: ۶۲)

(سن رکھو بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور پرہیز کرتے رہے)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم

حضرات! اس دور میں اور اس زمانے میں محبوب کبریا ﷺ کی امت کو شیطان لعین گمراہ کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ اور طاقت لگا رہا ہے کہ امت محمد مصطفےٰ ﷺ اپنے اصل مقصد کو فراموش کر دے۔ بارگاہ صمدیت میں قسم اٹھا کر آیا ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ۔ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شٰکِرِیْنَ۔ (الاعراف: ۱۶۔۱۷)

(میں ضرور ان (کو گمراہ کرنے) کے لئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ان پر ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے آؤں گا اور تو

ان میں سے بہتوں کو شکر گزار نہ پائے گا)

وہ یہ چاہتا ہے کہ آدم ؑ کی اولاد شکر ادا نہ کرے۔ ساری طاقت و کوشش وسعی کر رہا ہے کہ مسلمان کسی کے پاس جا کر ایمان کامل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ باوجودیکہ ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں کہ شیطانی جماعتیں شیطانی گروہ اولیاء کے پاس آنے سے روکتے رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اللہ والوں کے پاس مخلوق بے شمار پہنچتی رہتی ہے۔ اب دیکھو غلہ کی فراہمی کا وقت ہے۔ گھر بار بچوں کے خیالات سفر کی صعوبتیں پھر مسافری میں بھوک پیاس تک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن پھر اولیاء اللہ کے دروازوں پر حاضری دینے والوں کی کثرت ہے۔ تو وہ کونسی چیز ہے جو انہیں لائی ہے۔

بھائیو! یہی روحانیت ہے جس نے سب کو تمام تر مصائب و تکالیف برداشت کرنے پر آمادہ کر دیا ہے۔ اور ایک مرکز و منبع کی طرف کھینچ لائی ہے۔ اب اگر یہاں آکر تم سمجھو کہ ویسے ہی آگئے ہیں تو غلط ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک امتحان ہے۔ آیا اولیاء اللہ کے ہاں آنے سے بھی حالت تبدیل ہوتی ہے یا نہیں؟ لہذا اگر یہاں آکر بھی وہی سابقہ حالت چوری ڈاکہ زنی کی ہے تو امتحان میں ناکامی اور روسیاہی ہے۔ یہ تمہیں موقع دیا گیا ہے۔ اگر خدانخواستہ ایک موقع کو غنیمت نہ سمجھا اور ہاتھ سے جانے دیا تو فیل ہونا ہی ہے۔ حالانکہ روحانیت غالب اور مادیت مغلوب ہوتی ہے۔ پھر بھی ناکام ہونا نہ صرف ندامت ہے بلکہ باعث ننگ آخرت ہے۔

اب میرے بھائیو اس بات کا وعدہ کریں کہ سب برے کاموں سے توبہ کرتے ہیں۔ سچے دل سے توبہ کریں۔ کیونکہ جو لوگ صدق دل سے حاضر ہوئے ہیں۔ ان کیلئے توبہ مشکل نہیں ہے۔ پھر بدکاریاں، چوریاں، زناکاری تم نہیں دیکھو گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو ایک بالشت میری طرف آتے ہیں۔ میں اس کی طرف ایک ہاتھ بھر آتا ہوں۔
(مشکوٰۃ المصابیح باب الدعوات :الفصل الثالث)

حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف اگر تمہاری رغبت اور تمہارا خیال ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آؤ گے۔ اس کی رحمت تمہیں سنبھال لے گی۔ پھر تمہاری زندگی اعلیٰ ہو جائے گی۔

مسلمانو! میں بھی عرض کرتا ہوں اور تم بھی اپنی سابقہ حالت کو بدلو۔ پہلے اعمال

جو خلاف شریعت کیے ہیں ان سب سے توبہ کر کے فرامین نبوی ﷺ کے متبع بن جاؤ۔ مسلمانو! اپنی شان پہچانو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا شان اعلیٰ بنایا ہے۔ تمہارے آباؤ اجداد کے اخلاق دیکھ کر غیر قوموں نے اپنی اصلاح کرلی۔ ہمارے اعمال دیکھ کر ایسا نہ ہو کہ یہودی لوگ دلیل پیش کریں کہ مسلمان اس طرح کرتے ہیں۔ اپنے فرائض چھوڑ چکے ہیں۔ اور ہم ان کے اخلاق لے چکے ہیں۔ تو خود سوچ لو کتنی ندامت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت نصیب فرمائے۔ اور مرتے وقت بھی کلمہ نصیب فرمائے۔ اس ولی کامل کی ولایت کے متعلق بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہو کہتا ہوں کہ جو بھی حاضر ہوتا ہے محروم نہیں جاتا۔

ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے پیر سیال" کی کرم نوازی پر حاضر ہونے والے پر ظاہر ہو گی۔ آپ کی ایک خادمہ تھی جس کا نام "مائی بانو" تھا۔ ایک بار اس کا کپڑا جو سر پر رکھتی تھی ایسے تھا گویا کہ سر ننگا معلوم ہوا۔ تو لانگری الٰہی بخش صاحب جو کہ سید بھی تھے۔ انہوں نے اسے سمجھایا کہ کپڑا اچھی طرح پہنا کر۔ چنانچہ یہاں تک کہ شاہ صاحب نے مائی بانو کو بانس مارا۔ ایک درویش نے غیرت اسلامی کو مد نظر رکھ کر سبق آموز مار دی جس سے مائی بانو کے ناک سے خون آ گیا اور بھی کئی زخم ہوئے۔ وہ روتی ہوئی سر پر ہاتھ رکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کسی نے عرض کیا۔ غریب نواز۔ مائی بانو خون آلودہ رو رہی ہے۔ اور بڑی المناک حالت میں ہے۔ تو فرمایا اسے بلاؤ۔ جب واقعہ تصہ پوچھا تو عرض کی کہ لانگری صاحب نے مارا ہے۔ شاہ صاحب کو بلانے کا حکم دیا گیا۔ ان سے دریافت فرمایا کہ مائی بانو سچ کہتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ غریب نواز میرا قصور ہے۔ میں نے اس کو مارا ہے۔ آپ نے مائی بانو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو کیا چاہتی ہے۔ جو مانگنا ہے اب مانگ لو۔ تو عرض کی غریب نواز میں جو کچھ مانگوں عطا فرماؤ گے۔ آپ نے فرمایا ہاں مانگ لے۔ تو دوبارہ عرض کی۔ غریب نواز میری گذارش آپ پوری کریں گے۔ فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ۔ تیسری دفعہ پھر عرض کی۔ حضور جو کچھ چاہوں گی مل جائے گا۔ تو آپ نے تیسری بار بھی فرمایا ضرور۔ جب مائی بانو کو یقین ہو گیا کہ اب کام بنتا ہے۔ تو عرض کی غریب نواز جو اس دروازہ پر آئے خالی نہ جائے۔ آپ نے سینہ پر ہاتھ مبارک دھرا اور فرمایا: انشاء اللہ قیامت تک آنے والا محروم نہیں جائے گا۔

بھائیو! حضرت غریب نواز کا وعدہ ایک بار نہیں دوبار نہیں بلکہ تین بار فرمایا۔ اس دن کئی درویشوں کو وجد رہا۔ آپ کی کرم نوازی سے اطمینان شامل حال ہوا۔ حضور نے وعدہ فرمایا ہے۔ اب فکر نہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ ایک بات ضروری ہے۔ ابھی جس بچہ نے تلاوت کی ہے اس نے ایک آیت پڑھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کیلئے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مشرکین کیلئے بخشش نہیں ہوگی۔ وعدہ مومنین متبعین کیلئے ہے۔ عرض کی غلطی کر بیٹھا ہوں معافی کا خواستگار ہوں۔ لہذا ہمیں بھی یہ خوف ہے کہیں اپنی بداعمالیوں کا شکار ہو کر ٹھکرائے نہ جائیں۔ دیکھو خود باری تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْامَابِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:۱۱)

(بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت آپ نہ بدلیں)

دعا مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا پر قائم رکھے۔

بھائیو! صدق دل سے توبہ کرو۔ یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ تم ولی اللہ کے دروازے پر توبہ کرو گے تو اس پر قائم رہنا لازمی ہے۔ حضرت پیر سیالؒ معمولی ہستی نہیں۔ ان کے متعلق اتنا عرض کرتا ہوں کہ جو آخری دس سال غوث اعظم رہے حضور ﷺ کی نیابت کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سالوں میں آپ کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔

خیال کرو۔ اس حاضری کو غنیمت سمجھ کر توبہ کرلو۔ اور آپس میں متفق ہو کر رہو۔ میں شریعت کی رو سے کہتا ہوں۔ مسلمانوں میں نفاق اور افتراق سخت باعث فتنہ ہے۔ الفتنۃ اشدّ من القتل "لہذا متفق ہو کر رہو۔ تم میں افتراق ڈالنے والے دین کے دشمن اور تمہارے ملک کے دشمن ہیں۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ فساد ہو تاکہ مسلمان آرام اور راحت سے نہ بیٹھیں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خطاب در حقانیت کلام اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۝ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ۔ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ: ۱تا۵)

(الم یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ڈروالوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور اس پر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

بھائیو! قرآن کریم وہ پاک کلام ہے کہ اس کو انسان جس انداز سے جس نظر سے اور جہت وحیثیت نیز جس وجہ سے دیکھے یہ ثابت کرتی ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی کلام ہوں۔ ساتھ ساتھ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میرے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی میری مثل کوئی دوسری کلام ہے۔ اگر ایسا نہیں تو میری مثل چھوٹی سے چھوٹی سورۃ یا اس کا کچھ حصہ کوئی بنا کر لائے جس طرح کہ عام چیلنج ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ: ۲۳۔۲۴)

(اور اگر تم اس چیز (کلام) میں کہ ہم نے اپنے بندے پر اتاری شک میں ہو تو تم اس کی مانند ایک سورۃ لے آؤ۔ اور خدا کے سوا اپنے مددگاروں کو بلا لاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تیار کی گئی ہے کافروں کے واسطے)

یعنی اگر تم شک میں ہو۔ اس کلام کے متعلق جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت بنا کر لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ اگر تم نہ کرو اور ہرگز نہ کرو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جس کا ایندھن پتھر ہیں کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

دوسرا اعلان عام یوں ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۸)

(اے نبی ﷺ!) کہہ اگر انسان اور جن اس پر جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن لائیں تو ایسا (قرآن) نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار بن جائیں)

اسی طرح کئی جگہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی مثل لانے کو فرمایا۔ ساتھ ہی متنبہ فرمادیا کہ اس کلام جیسا دوسرا کلام لانا ناممکن اور محال ہے اور یہ خطاب عربی زبان سے ناواقف اور ان پڑھ لوگوں کو نہیں بلکہ ایسے لوگوں کو ہوا جو عربی زبان لکھنے سے پہلے دیکھتے تھے۔ اس زبان میں فصیح وبلیغ قصیدے بنا کر کعبہ کی دیواروں سے چسپاں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ میں نہایت فصیحانہ انداز میں اپنے قصیدہ پر فخر کرتے تھے کہ اس کے مقابل کوئی نہیں بنا سکے گا۔ اور بڑے بڑے عرب العرباء لوگ جج کرتے تھے کہ کوئی قصیدہ فصاحت وبلاغت کے مطابق ہو۔ حشو وزوائد سے پاک ہو۔ طبیعت اہل کلام کے مطابق

موافق ہو تاکہ طبیعت بھی نفرت نہ کرے تو اس کو دوسرے قصیدہ پر ترجیح دیتے۔

امراء القیس ایک فصیح شاعر ہوا ہے۔ اسے جنگل میں دشمنوں نے پکڑ لیا اور قتل پر آمادہ ہو گئے۔ جب اس کے گلے پر خنجر دھرا تو کہنے لگا۔ میری ایک آرزو ہے۔ ضرور سن لو۔ انہوں نے کہا کیا ہے تو بتایا کہ اس وقت میرا مرثیہ پڑھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور مرنے والے کا مرثیہ اس کے احباب واقرباء پڑھا کرتے ہیں۔ لہذا مجھے خود اپنا مرثیہ پڑھ لینے دو اور بعد میں قتل کرنا۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ اس وقت خنجر گلے پر ہونے کے باوجود اس نے سو (۱۰۰) اشعار کا ایک نہایت فصیح وبلیغ مرثیہ پڑھا جو ان دشمنوں نے یاد کر لیا۔ اس کے بعد کہا۔ دوسری بات بھی میری پوری کرنا۔ انہوں نے پوچھا وہ کونسی ہے تو کہا فلاں ٹیلہ پر جاکر بلند آواز سے یہ مصرع جو میں تجھے بتاتا ہوں پڑھنا۔ فلاں طرف منہ کرکے۔ کیونکہ اس طرف میری لڑکیوں کی رہائش ہے۔ جو سائبان اور معمولی سے چند روزہ گزران والے گھر میں رہتی ہیں۔ وہ مصرعہ یہ ہے۔

؎ یا ابنتی امرائی القیس ان اباکما

چنانچہ قتل کرکے جب انہوں نے ٹیلہ پر چڑھ کر بآواز بلند مذکورہ بالا مرثیہ پڑھا۔ تو دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں سائبان سے دوڑ کر آئیں اور ان کے دامن پکڑ لئے اور کہنے لگیں ہمارے قاتل یہی دو آدمی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تمہیں کس طرح معلوم ہوتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جو مصرعہ مذکورہ انہوں نے پڑھا ہے وہ ہمارے والد کا ہے۔ اور اس کا دوسرا مصرعہ مندرجہ ذیل بنتا ہے:

؎ قد قتل وقاتلاہ لداکما

اس کے سوا اور کوئی مصرعہ اس کے ساتھ نہیں بن سکتا۔ لہذا یہی قاتل ہیں۔ کیونکہ پہلے مصرعہ کا مطلب ہے کہ اے امراالقیس کی دو لڑکیو تحقیق تمہارا باپ اور دوسرے مصرعہ کا مطلب ہے تحقیق قتل کیا گیا ہے۔ اور اس کے دونوں قاتل تمہارے سامنے ہیں۔ اندازہ لگائیں کہ اس وقت فصاحت وبلاغت کا عروج کتنا تھا۔ جبکہ بچیاں بھی ایسے ایسے اشعار سناتی تھیں اور پھر ایسے وقت میں قرآن کریم نازل ہوا اور چیلنج دیا:

؎ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ

اس وقت بڑی بڑی سلطنتیں مسلمانوں کے مقابل کوششیں کرتی رہیں اور ناکام

ہوئیں۔ تو کفار عرب العرباء شعراء اور فصحاء وبلغاء لوگوں نے کلام الٰہی کے مقابل اور ہم مثل بنانے کی کوششیں نہ کی ہوں گی۔ ضرور سر دھڑ کی بازیاں لگائیں۔ مکمل طور پر ہر حیثیت میں سعی طبع سے کام لیا۔ بالآخر انہیں ماننا پڑا اور کہنا پڑا کہ "ماھذا من کلام البشر" یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔ دوسری مثال سنیے۔ ابن ضبیی مجوسی کہتا ہے کہ میں خالص عربی کلام حاصل کرنے کیلئے عرب کے جنگلات میں پھرتا تھا تاکہ کوئی خالص عربی ملے۔ اور اس کا کلام سنوں۔ محاورات عرب سے واقف ہو جاؤں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک چھوٹی سی بچی کو میں نے دیکھا کہ پانی کی مشک بھر رہی ہے اور کلام عرب میں شعر پڑھ رہی ہے۔ میں نے کہا "قتلک اللہ" یعنی تجھے خدا مارے تو کتنی فصیح ہے (تعجب کے طور پر) تو وہ مشک رکھ کر کہنے لگی قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد بھی کوئی فصاحت وبلاغت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے تو اس نے یہ آیت کریمہ پڑھی :

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

(القصص: ۷)

(اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اس کو دودھ پلا پھر جب تجھ کو اس کے متعلق ڈر ہو اس کو دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر نہ غم کھا۔ بے شک ہم اس کو تیری طرف لوٹانے والے ہیں۔ اور اس کو رسولوں میں سے کریں گے)

(اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا اور جب تو اس پر خوف کرے تو دریا میں ڈال دے (یہ دو امر ہو گئے) نہ اپنا خوف کر اور حزن اس کا بھی نہ کر) یہ دو نہی ہیں) بے شک ہم اس کو تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس کو رسولوں سے بنانے والے ہیں (یہاں دو بشارتیں ہو گئیں)

اور کہا کہ دیکھ یہ ایک چھوٹی سی آیت ہے۔ اس میں دو امر۔ دو نہی اور دو بشارتیں ہیں۔ پھر دیکھ الفاظ کیسے میٹھے۔ ترکیب عمدہ اور نہایت ہی میٹھی۔ ایک ایک لفظ کے بدلے تمام عمر تو کوشش کرے۔ بلکہ قیامت تک کوئی لفظ نہیں لا سکتا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی فصاحت ہو سکتی ہے۔ اور اب بھی کوئی دعویٰ فصاحت کر سکتا ہے؟

اور دیکھئے اہل زبان عرب العرباء نے جب یہ آیت سنی "اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ" تو کہنے لگے لفظ عجاب غیر فصیح ہے۔ لہذا اختلاف کی صورت میں اب بہت بڑے فصیح کے ہاں گئے تاکہ اس سے اختلاف دور ہو جائے۔ جب اس کے سامنے یہ آیت انہوں نے پڑھی تو اسے فوراً وجد ہو گیا۔ اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ" تمام نے مان لیا کہ واقعی یہ غیر فصیح نہیں۔ قرآن کریم محبوب کبریا ﷺ کا معجزہ ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اسی قسم کے معجزات لائے جن اشیاء کا ان کے زمانہ میں چرچا اور شہرہ ہوتا تھا۔ اور باوجود ماہرین فن کے سب پر غالب آتے۔ بلکہ وہ عاجز ہو کر ان کی نبوت کے قائل ہوتے۔ چنانچہ دیکھئے حضرت موسیٰ ؑ کے زمانہ میں جادوگروں نے سانپ بنائے تھے اور رسیوں وغیرہ کو بشکل سانپ ڈھال لیتے تھے۔ جن سے ناظرین دنگ رہ جاتے تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ ؑ نے عصا کو سانپ بنالیا۔ جس نے جادوگروں کے سانپوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تمام کے تمام مان گئے کہ واقعی یہ معجزہ ہے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ؑ کے زمانہ میں علم طب کا چرچا تھا۔ لاعلاج امراض کے معالج موجود تھے۔ اور ماہرین طب کثرت کے ساتھ اس وقت تھے۔ جب حضرت عیسیٰ ؑ نے ان امراض کا علاج کیا۔ جن سے تمام اطباء مایوس تھے۔ مثلاً برص کوڑھ۔ جذام وغیرہ جیسے مرضوں کو صرف ہاتھ پھیر کر درست فرما دیتے۔ تو سب نے تسلیم کر لیا کہ یہ بھی معجزہ ہے۔ حضرت داؤد ؑ کے زمانہ میں صنعت و حرفت کا شہرہ تھا۔ لوہے کے ہتھیار ڈھالے اور خود و تماثیل و دیگر ان اور ہر قسم کے برتن وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ تو آپ نے فولاد کو ہاتھوں سے ڈھالا اور اس طرح سے گویا کہ موم کو ڈھال رہے ہیں۔ شروع کیا تو کاریگروں سے بڑھ کر بہترین ہتھیار برتن وغیرہ بنائے۔ تو سب کو یقین ہو گیا۔ یہ بھی نبی ہی کا کام ہے۔ اور محض معجزہ ہے۔

حضرت ادریس ؑ کا زمانہ ریاضی 'فلسفہ اور حکمت کے زور کا زمانہ تھا تو انہوں نے بھی اسی قسم کے معجزات دکھائے۔ لہذا حضور آقائے نامدار محبوب کردگار ﷺ کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت زوروں پر تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ تو آپ ﷺ کو قرآن کریم جو فصاحت و بلاغت میں بے نظیر و بے مثیل ہے عطا ہوا اور تا قیامت اس کا اعلان عام رہا۔ یہ

نہیں کہ پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کی طرح وقتی طور پر آئے اور ختم ہو گئے۔ بلکہ اس زمانہ سے لے کر آج اور قیامت تک یہ معجزہ موجود ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ سابقین انبیاءؑ کے معجزات جو ان کی نبوت تک تھے بعد از نبوت نہ رہے اور ہر نبی کا معجزہ دوران نبوت قائم رہا تو محبوب کبریا ﷺ کی نبوت کا ہمیشہ کیلئے جاری رہنا ثابت ہوا جبکہ معجزہ موجود ہے تو نبوت کس طرح ختم ہو سکتی ہے۔

معجزہ کا اجراء ہی نبوت کے جاری و ساری رہنے کا ثبوت قطعی ہے۔ آج بھی بلکہ قیامت تک غیر اقوام یہود و نصاریٰ ہندو سکھ وغیرہ مذاہب باطل رکھنے والے مل کر کوشش کریں اور سر دھڑ کی بازی لگائیں۔ ایسی کلام ہر گز ہر گز نہ لا سکیں گے۔ لہذا محبوب خدا ﷺ کی نبوت کے وقت کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی دعوی نبوت کرے تو کاذب دجال ہو گا۔ باقی رہا حضرت عیسیٰ علی نبینا" کا آنا تو یہ ثابت ہے۔ لیکن آپ حضور ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے نہ کہ نبی اور حضور ﷺ کے امتی کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے۔ اس وقت امت کے ایک فرد ہوں گے نہ کہ مستقل نبی کی حیثیت سے۔ حضور ﷺ کی نبوت عام ہے۔ نہ کہ جزوی حیثیت میں۔ پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ تقسیم تھی کہ بعض پیغمبر کسی ملک کیلئے۔ بعض کسی خاص قوم کیلئے۔ بعض کسی شہر کیلئے مخصوص وقتوں میں مخصوص انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ لیکن محبوب کبریا ﷺ کی ذات بابرکات کا یہ خاصہ ہے کہ تمام کائنات کیلئے جن و انسانوں اور تمام ازمنہ استقبال تا قیام قیامت کیلئے آپ ﷺ کی نبوت جاری و ساری ہے۔ آپ ﷺ کی امت خیر الامم ہے۔ جتنے معجزے سابقین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوئے وہ تمام آپ ﷺ کی امت کے اولیاء کرام کو بطور کرامت نصیب ہوئے۔ دیکھئے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ دریائے نیل کو عبور کیا تو پیر پٹھانؒ نے دریائے سندھ کو ساون کے ماہ میں پایاب کیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے عصا مارا تو پتھر سے پانی جاری ہوا تو حضرت مولانا حفیظ ماہی مرحوم سر کی شریف والے خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ خشک سالی کا عالم ہے۔ چرند پرند حیوان و انسان تڑپ رہے ہیں۔ نہایت اضطراب کی حالت میں لوگوں نے عرض کی۔ غریب نوازؒ کرم فرمائیں۔ ہر چیز العطش اور آب و دانہ کی آوازیں نکال رہی ہے۔ آپ نے فرمایا آؤ دیکھو۔ چنانچہ ایک پہاڑی پر عصا مارا چشمہ جاری ہوا۔ جو آج تک موجود ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

یہ شان مصطفےٰ ﷺ ہی ہے ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پیر سیال" روضے والے جو سامنے دیکھ رہے ہو ایسے ہی علماء اولیاء سے ہیں اور کرامتیں کئی ان کی ظاہر ہیں۔ لیکن اس وقت حضور غریب نواز تونسوی" کی چند کرامات بتاتا ہوں! مولانا نجم الدین صاحب" المناقب شریف میں لکھتا ہے کہ ایک مولوی صاحب کا لڑکا گم ہو گیا۔ اس کا صرف وہی ایک ہی لڑکا تھا۔ اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ بہت تلاش کیا نہ ملا۔ آخر کار حضرت کی جناب میں عرض کی کہ غریب نواز میرا ایک ہی لڑکا تھا جو کہ گم ہو گیا ہے۔ اب ناامید اور مایوس ہو کر حاضر ہوا ہوں کرم فرمادیں۔ آپ کا معمول تھا کہ جب بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو سورۃ فاتحہ پڑھتے اور فرماتے کہ کہو فاتحہ خیر! چنانچہ معمول کے مطابق فرمایا اور ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جب "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" پر پہنچے تو ایک شخص نے کہا مولوی صاحب مبارک ہو تیرا لڑکا آگیا ہے۔ اور مولوی صاحب نے اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عرض کی۔ غریب نواز غلام زادہ آگیا ہے۔ بالآخر لڑکے کو مولوی صاحب گھر لے گئے۔ اور پوچھا کہاں رہا ہے۔ اور کیا کرتا رہا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ پہلے یہ پوچھو کس طرح آیا ہے؟

میں دہلی میں پڑھتا تھا اور طلباء کے ساتھ اس وقت کھیل رہا تھا۔ ایک سوار آیا اور کہا تجھے کھیل یاد ہے اور والد گھر میں حیران ہے۔ میرا ہاتھ پکڑا اور گھوڑے پر بٹھایا اور آن کی آن میں یہاں پہنچایا۔۔۔۔۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی" حج پر تشریف لے گئے۔ رمضان المبارک کا مہینہ مدینہ شریف میں گزارا۔ آپ کا معمول تھا کہ وضو کیلئے مدینہ منورہ سے بہت دور باہر تشریف لے جاتے اور وضو باہر کرتے۔ چنانچہ ایک بار تہجد کے وضو کیلئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا ایک غلام جو ہمیشہ وضو کراتا۔ اور آپ کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ وہ بھی ہمراہ تھا۔ اس نے عرض کیا غریب نواز مجھے گھر پہنچاؤ میں گھر کیلئے اداس ہوں۔ آپ نے فرمایا کس طرح پہنچاؤں اب جہاز تو جانے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور صورت ہے جس کے ذریعے سے واپس پہنچایا جاسکے۔ لیکن غلام نے اصرار کیا تو اس کے بار بار اصرار پر آپ نے فرمایا اچھا وہ آگ جل رہی ہے اٹھالاؤ۔ دور سے آگ جلتی ہوئی دیکھ کر آپ کا حکم بجالانے کیلئے غلام گیا۔ واپس نہ آیا۔ جب مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ کا تصرف اتنا تھا کہ تمام ساتھیوں میں سے کسی کو بھی خیال نہ رہا کہ اس غلام کی خبر لیں۔ حالانکہ ہمیشہ وضو کرانے والا اور تمام کام

سرانجام دینے والا وہی تھا کہ موجود نہیں ہے۔ لیکن جتنی مدت وہاں گزاری بالکل کسی کو یاد تک نہیں رہا جب گھر تونسہ شریف آئے تو وہ غلام حاضر ہوا۔ اور عرض کہ حضور نے مجھے آگ اٹھالانے کیلئے فرمایا تھا۔ میں وہاں پہنچا تو میرا گھر تھا۔ سبحان اللہ دیکھئے وہ مسافت جو مہینوں میں طے ہوئی تھی اور جہاز وغیرہ کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ایک لحہ میں طے کرا دی۔

سردار پیغمبر ﷺ کے ولیوں کی کرامتیں برحق ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مفہوم یہی نہیں تو اور کیا ہے۔ اولیاء کرام کی کرامتوں کا انکار کون کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل اولیاء کرام کا ہمیں غلام بنائے رکھے۔ حیات اور بعد ممات بھی ان کے قدموں سے اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا فرمائے۔ یہود اور ہنود وو نصاری کو برباد کرے۔

اللھم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک فی قبضتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضائک اسئالک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی وغمی ما قالہ عبد اصابہ ھم او حزن الا اذھب اللہ ھمہ وابدل مکان حزنہ فرحا۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی حبیبک ومحبوبک رسولک الکریم ۔ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یاارحم الراحمین۔

(۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ جمعرات بعد از نماز مغرب)

خطاب دربیان تقویٰ و تقاضائے تعلق باہل اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (توبہ: ۱۱۹)

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ رہو)

حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس امت پر ایک بہت بڑا احسان ہے اور یہ وہ احسان ہے کہ اگر انسان اس کا اندازہ لگائے تو قاصر ہے۔ حالانکہ ہزاروں لاکھوں بے شمار احسان اس کے ہیں لیکن یہ احسان کہ اپنے محبوب ﷺ کی امت ہمیں بنایا۔ سب پر فائق وبلند واعلیٰ ترین ہے۔ دیکھو پہلی امتیں گناہ کرتیں تو کوئی بندر کی شکل بن جاتا کوئی مچھر کوئی خنزیر وغیرہ ہو کر اپنی اصلی شکل وصورت اور انسانی حالت کھو بیٹھتا لیکن اس امت کو دیکھئے طرح طرح کے گناہ کرتی ہے۔ نافرمانیاں اور سرکشیاں اس میں موجود ہیں۔ باوجود ان سب کچھ موجب عذاب کے۔ پھر بھی حضور ﷺ کا محابا ان کی شکل مسخ نہیں ہوتی۔ بد صورتی نہیں آئی۔ اگر اتنی بڑی نعمت کا شکر بھی انسان ادا نہ کرے۔ تو آخرت میں عذاب جہنم اور قبر موجود ہے۔ بلکہ قرب قیامت جبکہ عذاب قیامت کا ظہور ہوتا ہے۔ تو فاحش وبدکار لوگوں کی شکلیں ہو بہو اس عذاب کے تحت تبدیل ہو جائیں گی۔ لہذا قیامت کا وقت غیر معین ہونے کی وجہ سے ہر انسان کو ہر وقت خوف زدہ ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عذاب قیامت کی زد میں آجائے۔ انسان ایک حال میں نہیں رہ سکتا۔ انقلاب احوال ہوتا رہتا ہے۔ مختلف حالات کے انسان روئے زمین پر آئے۔ کئی تو حکومت کر گئے۔ اپنا رعب ودبدبہ دکھایا۔

شان و شوکت کے ساتھ وقت گزارا۔ آج لوگ ان کے نام سے بھی واقف نہیں۔ جہاں قبریں ہیں کسی کو معلوم تک نہیں۔ یہ قبر کس کی ہے۔ ایسے لوگ بھی آئے جن کے سکے چلے۔ ان کی طاقتیں روئے زمین پر لوہے کی مانند مانی گئیں۔ لیکن کوئی نہیں جانتا۔ وہ کہاں مرے۔ کہاں دفن ہوئے۔ کس حال میں ہیں۔ یہ دنیا دار الفنا ہے۔ اس پر غرہ نہ ہو دیں۔ موت کا علم نہیں ہے۔ کب آئے گی۔ اس رات کے متعلق بھی یقین نہیں کہ رات میں تجھ ملے گی یا دنیا پر گزرے گی۔

حضور غریب نواز پیر سیال کا فرمان ہے کہ زمانہ تین قسم کا ہے۔ ایک ماضی جو گزرا ہوا ہو۔ دوسرا مستقبل جو آنے والا ہو۔ تیسرا حال یعنی موجود۔ لہذا گزرے ہوئے زمانہ کو حاصل کرنا چاہیں۔ لکھوکھا روپے اور جواہرات خرچ کریں۔ زمینیں اور جائیداد لٹائیں۔ خزانوں کے خزانے صرف کریں محض اس زمانہ کو حاصل کرنے کیلئے تو قطعاً وہ وقت گزرا ہوا حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی واپس آئے گا۔

دوسرا زمانہ مستقبل ہے۔ اس کا اعتبار نہیں ہے نصیب ہو گا یا نہیں۔ باقی رہا حال تو اس کے ہر لمحہ کو غنیمت سمجھیں۔ کیونکہ اس نے بھی ماضی میں داخل ہو جاتا ہے۔ لہذا ہر سانس میں عمل کی کوشش کریں۔ دیکھئے انسان کا جو سانس بھی آئے اس سے پہلا ماضی میں داخل ہے۔ اور بعد میں آنے والا مستقبل میں۔ اس لئے ہر سانس کا پاس و لحاظ رکھنا۔ اور اس سے عمل غنیمت شمار کرنا لازمی ہے۔

بھائیو! یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کا موقع اس نے عطا فرمایا ہے۔ لہذا گناہ کے بعد توبہ کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ توبہ بھی وہی جو دل سے کی جائے۔ ایسی توبہ جو محض زبان پر جاری ہو وہ نا قابل اعتبار ہے۔ یہ خیال کر کے گناہ کرنا کہ بعد میں میں توبہ کر لی جائے گی۔ سراسر جہالت بلکہ ایسی توبہ سے انسان گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے۔ حضور غریب نواز بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا ہے:

~ دردل اثر گناہ ودر لب توبہ   یارب زیں توبہ "توبہ توبہ"

توبہ کر کے پھر گناہ پر آمادہ ہو جانا اس کا نام توبہ نہیں ہے۔ توبہ اس کا نام ہے کہ انسان اپنے سیاہ نامہ اعمال کو خون کے آنسوؤں سے دھوئے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں گناہ سے اس لئے بچا ہوا ہوں کہ اس سے بڑھ کر یا مشکل توبہ ہے۔ نہ گناہ کروں گا نہ توبہ کی

مشکل و سختی پیش آئے گی۔

بھائیو! حضور ﷺ کی لاج رکھو۔ قبر میں جانے سے پہلے اپنی حالت درست کر لو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاؤ۔ خاص کر نماز ادا کرو۔ کیونکہ کفر اور اسلام میں فرق نماز کا ہے۔ جو مسلمان اذان سن کر مسجد میں نہ آئے۔ وہ مسلمان کہاں کا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

بین العبد والکفر ترک الصلوٰۃ

تنبیہ برائے اہل خاندان و اہل قریہ

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ جو نماز نہیں پڑھتا وہ قطعی طور پر کافر ہے۔ سیال شریف کے رہنے والو! میرے عزیزو۔ میرے بچو۔ میں سب کو متوجہ ہو کر کہہ رہا ہوں۔ یہ وہ آستانہ ہے جس پر آنے والے لوگ بغیر وضو کے نہیں آتے تھے۔ اگر استنجا کرنا ہوتا تو کئی کئی کوس دور جا کر کرتے۔ صبح و شام زیارت کرنے والو۔ اس آستانہ کی لاج رکھو۔ شرک نہ کرو۔ نماز کی پابندی کرو۔ اس شہر مقدس اور اس شہر شریف میں رہ کر شرم کرنا اختیار کرو۔ اگر ایسے کام کرو جو یہودی کرتے ہوں تو کیا اس کا نام مسلمانی ہے؟ نہیں نہیں۔ بلکہ خدا کو حاضر ناظر جانو۔ اس کو حاضر سمجھتے ہوئے پھر گناہ کے درپے ہونا انتہائی گستاخی ہے۔ یہ خیال دل میں نہ لاؤ کہ ہم کسی بزرگ کی اولاد ہیں۔ یہ دل سے نکال دو۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اگر چاہے تو ایک کتے کو بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے بہشت نصیب فرمادے۔ اور چاہے تو پیغمبروں کے لڑکے کو دوزخ میں ڈال دے۔ نوح علیہ السلام کا لڑکا کنعان بد اعمالیوں اور بد اعتقادی کی وجہ سے عذاب کی زد میں آگیا۔ جب اس کو نجات نہیں ہوئی تو ولی اللہ کی اولاد کیسے توقع رکھ سکتی ہے۔

این خیال است و محال است و جنون

اس بے نیاز کی بارگاہ میں فرشتے کانپتے ہیں۔ مسلمانو۔ برے کام چھوڑ دو۔ اپنی شکل و صورت مسلمانوں جیسی بناؤ۔ داڑھیاں رکھو تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اور فرشتے تمہیں دیکھ کر تمہارے خیال کریں۔ اور یہی ذریعہ نجات ہو جائے۔

دیکھو ایک بادشاہ دشمن کے غالب ہونے کی وجہ سے غریب و مسافر ہو کر کہیں چلا گیا۔ ایک یہودی کے پاس بیٹھتا تھا۔ ایک روز یہودی نے پوچھا تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔

تو جواب دیا کہ میں فلاں علاقہ کا بادشاہ تھا۔ دشمن سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں۔ تیرے پاس وقت گزار رہا ہوں۔ یہودی نے کہا۔ اس وقت تجھے کس چیز کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا صرف ایک گھوڑا اور بہترین گھوڑا چاہیے۔ اس پر سوار ہو کر اپنے ملک میں جاؤں گا۔ تو میرے ملک والے میرے ساتھ مل جائیں گے۔ امید ہے دوبارہ دشمن پر حملہ کر کے اپنا ملک حاصل کروں گا۔ یہودی نے اپنی دوکان فروخت کر کے ایک بہترین تیز گھوڑا اس کو خرید کر کے دیا۔ بادشاہ نے واپس اپنے ملک میں آکر رعیت کو ساتھ ملایا۔ دشمن پر حملہ آور ہو کر فتح حاصل کر لی۔ بوقت جنگ اس نے کہا کہ اگر میں غالب آگیا تو پہلے میں اس یہودی کا احسان ادا کروں گا۔ چنانچہ غالب ہوا تو اس شہر میں آدمی روانہ کر کے کہا کہ فلاں بازار فلاں دوکان میں فلاں شخص ہے اسے لاؤ۔ آدمیوں نے جا کر تلاش کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ واپس خبر دی تو کہا کہ اس کی اولاد اور ورثاء میں سے کوئی ہو تو اسے لاؤ۔ جواب ملا کہ بالکل اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ انہی دنوں میں اس بادشاہ کے کسی وزیر کی نمک حرامی منافقت اور بد خواہی بادشاہ کے حق میں ظاہر ہوئی۔ تمام امراء و وزراء نے کہا کہ یہ آپ کا دشمن ہے۔ غیر سے ساز باز رکھ کر تیرے ملک و جان کا بد خواہ بنا۔ اس کو قتل کرنا ضروری ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اس کو میں کس طرح قتل کرا سکتا ہوں جبکہ اس کی شکل میرے دوست یہودی جیسی ہے۔ جس نے مجھ پر احسان کیا۔ اس میں شک نہیں کہ میرا دشمن اور بد خواہ ہے۔ لیکن شکل و صورت میں دوست کے مشابہ ہونے کی وجہ سے قطعاً اسے کچھ ایذا ابھی نہیں دوں گا۔

بھائیو! خیال کرو اس نے ایک یہودی کی دوستی سے دشمن کو چھوڑ دیا تو ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دوستی اور ان جیسی شکل بنانے سے پلیدیاں' بدکاریاں' بداعمالیاں معاف کر دی جائیں۔ اور یہی مشابہت نجات کا وسیلہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ تاباں کے طفیل بخش دے۔ تمام کرتوت محض دوست کی شکل کے موافق ہونے کی وجہ سے غفور الرحیم معاف فرمادے۔ جو لوگ اپنی شکل و صورت بھی شریعت کے مطابق پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کس طرح کہلا سکتے ہیں۔ شریعت والے سے محبت نہ ہونے کی نشانی اور دلیل یہی ہے کہ اس کی پسندیدہ صورت کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ہمیشہ محب اپنے محبوب کی طرح نشست و برخاست شکل و صورت' نقل و حرکت' کھانا پینا' چلنا پھرنا اختیار کرتا ہے۔ جو لوگ انگریز سے محبت رکھتے ہیں۔ انہیں دیکھو وہ شکل میں [illegible]

بولی مکمل انگریزی نہ بھی آئے۔ تب بھی الفاظ کو توڑ پھوڑ کر انگریزی کی مشابہت بناتے ہیں۔ ان جیسا پیشاب کرنا۔ ان جیسا کھانا وغیرہ وغیرہ۔ سب کام میں مطابقت محض دلیل محبت ہے۔ کیونکہ جس قوم سے محبت ہو۔ ہر بات ان جیسی ہوتی ہے۔ جس کو حضور آقائے نامدار محبوب کردگار ﷺ سے محبت ہے وہ آپ کی سنت نہیں چھوڑتا۔ غیر کا مقابلہ کیوں نہ کرنا پڑے۔ سنت کو قائم رکھتا ہے۔ اور اجر و ثواب حدیث کے مطابق پاتا ہے۔

غریب سے غریب داڑھیاں رکھانے والوں کو کیا کوئی نکال دیتا ہے۔ اس کا قدر قبر میں معلوم ہوگا کہ داڑھیاں منڈوانے والے اس صورت میں اپنے آپ کو بڑا صاحب سمجھنے والے اور غریب داڑھی رکھانے والوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

مسلمانو!! اپنی شکلیں مسلمانوں جیسی بناؤ۔ شریعت کے مخالفین ڈاکوؤں سے خراب نہ ہو۔ اپنے اخلاق و اطوار پر پہرہ دو۔ تم شریعت اسلامی کو ضائع کرنے کیلئے پیدا نہیں ہوئے۔ یہودی لوگ گدی سے بال کتراتے تھے اور آگے کے بال بڑھاتے۔ آج اسی طرح مسلمان بھی کر رہے ہیں۔ یہودی اور نصرانی مانگ ٹیڑھی نکالتے ہیں۔ مسلمان بھی ان کی طرح کر رہے ہیں۔ کیا انہیں محبوب خدا ﷺ کی سنت پسند نہیں؟ جو لوگ اسلام کی نشانیوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی نشانیوں کو تقویت دے رہے ہیں۔ انہیں شرم کرنی چاہیے۔ کیا یہ اسلام کی امداد ہے یا کفر کی؟ موت سخت ہے۔ قبر اور قبر کا عذاب سخت ہے۔ حضور ﷺ کا شان سمجھو! سنت کو قابو کرو۔ سنت قائم کرنے والوں کی عزت کرو۔ خدا تعالیٰ کے محبوب کا بول بالا کرو۔ تاکہ تمہارا اور ہمارا بول بالا ہو۔ بداعمالیوں کا نتیجہ دونوں جہانوں کا خسران ہے۔ ذلت ہے۔ بداعمالیوں سے بچو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ نیکیوں کی توفیق بخشے۔ ذلیل کاموں سے بچائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

خطاب دربیان مقام مصطفےٰ ﷺ وطلبہ کیلئے نصائح

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ۔وَنَشْھَدُاَنَّ حَبِیْبَکَ وَمَحْبُوْبَکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ۔بَلَّغَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّی الْاَمَانَۃَ وَنَصَحَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفَ الْغُمَّۃَ اَمَّابَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
قَدْجَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

حضرات! انسان کا ادراک اس سے قاصر ہے کہ محبوب کبریا ﷺ کی شان ومرتبت اور آپ کی منزلت کو حاصل کرے کیونکہ آنحضور ﷺ کے مراتب عالیہ کا سمجھنا محال ہے اور پھر بیان کرنا کس طرح ہو سکتا ہے۔بیان تو سمجھنے کی فرع ہے جس کی سمجھ و ادراک حاصل نہ ہو۔ معرفت وعرفان سے قاصر ہو۔ اس کی شرح وبیان لامحالہ ناممکن ہوگی۔انسان نظر غور سے دیکھے کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی ایک پہلو یا کسی ایک جہت کو بیان کرنا مقصود ہو تو اس کیلئے عمر نوح بھی ناکافی ہے چہ جائیکہ آپ کے تمام کمالات کو اپنی معمولی زندگی میں بیان کر سکے۔ ہمارے آقا ﷺ کے اخلاق آپ کا علم وشفقت اور آپ کی رحمت غرضیکہ کوئی پہلو بھی بیان کرنا چاہے اس کا لاکھواں حصہ بھی بیان نہیں کر سکتا۔ میں اس میں مبالغہ نہیں کر رہا حقیقتاً واقعات یہی ہیں۔

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انسان کو جتنی بھی نعمتیں نصیب ہوئی ہیں بلکہ ملائکہ کو اور تمام حیوانات 'چھوٹی بڑی تمام جاندار مخلوقات کی نعمتیں اور ان کی اکتساب آپ ﷺ سے ہے۔ اور آپ ہی کے ارادہ سے ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب کی روشنی اس کی غیر ارادی ہے۔ آفتاب کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی روشنی کسی چیز پر پڑنے دے اور کسی چیز سے روک لے۔ یا خود بخود بے نور ہو جائے۔ یعنی آفتاب کے ارادہ میں خود اس کی روشنی نہیں لیکن محبوب کبریا ﷺ کی روشنی ذرہ ذرہ پر اپنے ارادہ سے ہے اپنے اختیار سے ہے اسی لئے "قَدْ جَاءَ کُمْ" کا خطاب تمام کو ہے اور شریعت مطہرہ میں پہلے اور پچھلے قیامت تک آنے والے یکساں ہیں۔ نیز حضور ﷺ کی شہادت جو آخرت میں ہو گی تمام امت کیلئے ہے تو اس میں حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا اور تمام کیلئے فیض رساں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز حاضر و ناظر ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ دوسری مقابل والی چیز بھی دیکھے اور سمجھے۔ اگر ہم اور تم ایک دوسرے کیلئے حاضر اور ناظر ہیں تو یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے پاس کوئی وہ ذات بھی ہے جسے ہم نہیں دیکھ رہے اس کے حاضر ہونے یا ناظر ہونے میں شبہ کرنا ناجائز ہے۔ ہم اگر اسے نہ دیکھ سکیں تو اس کی نفی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض محدثین ایسے بھی ہوئے ہیں کہ براہ راست احادیث کی تصحیح حضور ﷺ سے کرا لیتے تھے۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ مجھے استاد صاحب نے بھیجا حدیث پاک :الحیاء من الایمان کی تحقیق کیلئے۔ چنانچہ دمشق میں ایک بزرگ رہتے تھے جو احادیث شریفہ کی براہ راست حضور ﷺ سے صحیح یا غیر صحیح کی تحقیق کر لیتے تھے۔ جب میں نے ان سے پوچھا :الحیاء من الایمان حدیث ہے یا نہیں؟ اور میں نے یہ حدیث پاک بغیر ہمزہ مضمومہ جو لفظ حیا پر ہے پڑھی۔ جب انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لا۔ (نہیں) انہوں نے علامہ کو بتایا' علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا یہ حدیث پاک صحیح اسناد کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اور ان اسناد پر بہت سے معتبر اقوال اور احادیث ہیں جن پر ہمارے عقائد کا دارومدار ہے۔ دوبارہ پوچھا تو اسی طرح پڑھ کر انہوں نے پوچھا "الحیا من الایمان" جواب ملا: لا۔ (نہیں) تیسری بار نہایت پریشانی کے عالم میں پوچھا "الحیاء من الایمان" یعنی لفظ حیاء کا آخر ہمزہ مضموم کر کے مضمون پڑھا تو فرمایا" نعم" (ہاں) اس واقعہ سے اول تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ مراتب اعلیٰ حاصل کر چکے ہوں ان کو آپ ﷺ کی حاضری نصیب رہتی ہے۔ دوسرا یہ ثابت ہوا کہ قرآن پاک اور

حدیث پاک صحیح طور پر پڑھنا لازمی ہے۔ بغیر قراءت کے اور بغیر صحت لفظی کے قرآن وحدیث قابل قبول نہ ہوگا۔ کہیں بقولون هو من الكتاب وماهومن الكتاب" کا مصداق نہ بنے۔

بھائیو! صرف ایک چیز ہے جس نے دماغوں کو مکدر کر دیا ہے وہ شیطان کا حربہ ہے جس کے ذریعہ سے وہ محبوب دوعالم ﷺ کی محبت چھینتا ہے۔ اگر اس حربہ کے ذریعہ سے وہ غلبہ کرلے اور اس کا تسلط ہو جائے اور محبت چھین لی جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر یہ محبت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کوئی ریاضت، کوئی عبادت وغیرہ دوزخ سے نہیں بچا سکتے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قسم اٹھائی ہے۔

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ" (مجھے تیری عزت کی قسم ہے میں ان تمام کو گمراہ کروں گا) إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ مگر تیرے ان میں سے مخلص بندے میرے تسلط سے بچ رہیں گے)

اسے یقین تھا کہ میں اتنے تک کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا جب تک لوگوں کے دلوں سے محبوب دوعالم ﷺ کی محبت نہ اٹھا لوں تو اسی لئے اس نے یہ بھی کہا:

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ۔

اور ساتھ یہ کہا:

رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِيْ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْم

یعنی میں ان کے سامنے سے آؤں گا ان کے پیچھے سے آؤں گا ان کے دائیں بائیں آؤں گا تو ان میں سے اکثر کو شاکر نہ پائے گا۔ نیز ان کو تیرے راستے سے روکنے کیلئے تیرے مستقیم راستے پر بیٹھوں گا۔ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ یقین ہوتا ہے کہ شیطان کا مقصد یہی ہے کہ محبوب دوعالم ﷺ کی محبت سے لوگوں کو ہٹایا جائے اگر یہ محبت دلوں سے نکل جائے تو ریاضتیں کریں، حج کریں، نمازیں پڑھیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین (جب تک تم میں سے کسی کو اس کے والد اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب میں نہ

ہو جاؤں اتنے تک کوئی ایمان دار ہو ہی نہیں سکتا۔)

سب سے بڑی بات یہی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام کو یہ محبت نصیب فرمائے۔ اسی محبت کا ثمرہ ہے کہ تم خدا کے محبوب ہو جاؤ گے۔

باقی رہا مقام فضیلت تو میں کہتا ہوں کہ اگر پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو جمع کیا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے معجزوں کا ایک حصہ بھی نہیں بنتے بلکہ سابقہ نبیوں کے معجزے تو آپ کی امت کے اولیاء کرام کو آپ کے طفیل کرامت کی صورت میں نصیب ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جس ذات کی امت کے اولیاء کو یہ مرتبہ نصیب ہو اندازہ لگاؤ صاحب امت کا کتنا بڑا مقام ہو گا۔

جو آیات کریمہ حضور ﷺ کی شان میں وارد ہیں ان میں سے ایک آیت میں آپ ﷺ کی شان کا اظہار اور سید الاولین والآخرین ہونے کا یقین ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو وعدے لئے ہیں۔ پہلے وعدہ میں تو دربار عام ہوا جس میں تمام مسلمان کافر نیک برے گنہگار خاص و عام تمام موجود تھے۔ اور تمام کو مخاطب ہو کر فرمایا: "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ صرف ایک جملہ فرمایا۔ اس کے جواب میں تمام نے متفقہ طور پر عرض کیا "بلیٰ" (کیوں نہیں) یہ وعدہ اپنی ذات کی ربوبیت کا اور اپنے خالق وہ مالک و رزاق ہونے کا لیا۔ دوسرا وعدہ محبوب دو عالم ﷺ کی رسالت کا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي۔ قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

(سورۃ آل عمران: ۸۱۔۸۲)

اس وعدہ سے یقین ہوا کہ رسول سے مراد حقیقی بالذات اور مقصود بالذات ایک ہی رسول ہیں باقی تمام انبیاء و مرسلین طفیلی ہیں۔ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے جس وقت اللہ

تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے کر اور تمہیں حیثیت رسول اور نبی دنیا میں بھیجوں گا۔ پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو تمہارے پاس جو کچھ بھی ہوگا اس کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم ضرور ضرور اس کے ساتھ ایمان لانا اور اس کی ضرور ضرور مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا مضبوط وعدہ پکڑا تو تمام نے جواب دیا ہم نے اقرار کیا پھر یہاں پر بھی بات ختم نہیں بلکہ آگے فرمایا" فاشہدوا" تم گواہ ہو جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں اور پھر یہاں بھی ختم نہیں فرمایا" فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ" جو اس کے بعد پھر گیا وہ نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ اس وعدہ خاص میں جو صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا گیا چند چیزیں ہیں۔

پہلی تو یہ ہے کہ اتنا لمبا وعدہ تحقیق اپنے محبوب ﷺ کی رسالت کیلئے صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لینا اور پھر انہیں تاکید فرمانا اور پھر تاکید در تاکید.......وعدہ پورا کرنے کیلئے بار بار اقرار کرانا۔ اور گواہی کا اشارہ فرمانا یہ تمام چیزیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا بہت ہی بڑا شان ہے۔ نیز آیت کریمہ ہے "ثُمَّ جَآءَکُمْ" یعنی تمہارے بعد رسول آئے گا اور تمہارے پاس آئے گا۔ یہاں" ثم "تراخی کیلئے ہے اور "مصدق لما معکم "جو تمہارے پاس ہوگا۔ اس کی تصدیق کرے گا۔ اس سے مرزائی فرقہ کا رد ہے اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ آخری نبی ہیں۔ ساتھ ہی آپ کیلئے یہ ثابت ہوا کہ آپ تمام نبیوں کے حالات سے واقف ہیں۔ کیونکہ تصدیق وہی کرتا ہے جو تمام حالات کو دیکھتا ہو۔ نماز پڑھنے والے کی نماز کو۔ نیز سب کاموں سے واقف ہو۔ اور سب چیزوں کو دیکھ کر سوچنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب دوعالم ﷺ بہت پیارا ہے کیونکہ اپنی ربوبیت کے وعدہ میں تو صرف ایک جملہ بغیر کسی تاکید کے فرمایا لیکن اپنے محبوب کی رسالت کے وعدہ کیلئے کئی تاکیدات فرمائیں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا۔

میں تو یہ بھی کہوں گا کہ اگر جبرائیل کو آپ ﷺ کے مرتبہ کا علم ہوتا تو سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رک جانے کے بعد یہ نہ کہتے کہ اگر میں ایک بال کی مقدار بھی اوپر جاؤں تو انوار تجلیات سے جل جاؤں گا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرے ساتھ اوپر چل اس امر پر دلالت ہے کہ حضور ﷺ اپنے اختیارات کے ساتھ اسے اوپر لے جا سکتے تھے بلکہ صحیح روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر روح الامین یہ نہ کہتے تو میں ان کو "دنی

فتدلی" تک لے جاتا۔ سبحان اللہ آپ کے یہ اختیارات ہیں کہ روح الامین کو بھی یہ مرتبہ بخش دینے والے اور ان اختیارات و مراتب کو اگر جبرائیلؑ جانتے تو ضرور ساتھ جاتے۔ لیکن انہوں نے محض اپنی استعداد کو مد نظر رکھا۔ اور کھڑے ہو گئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ میری استعداد کو حضور ﷺ زیادہ بنا دینے والے ہیں۔ معراج پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو اس زیارت کو زیارت کرنے والا جانتا ہے یا اللہ تعالیٰ جانے جس زیارت کی خواہش میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا:

"رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" "اللہ مجھے اپنا آپ دکھا کہ میں تجھے دیکھوں تو فرمایا" لن ترانی " تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتا۔ پھر لطف یہ ہے کہ فرمایا اے موسیٰ "تو نہیں دیکھ سکتا" کے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے سوا اپنی زیات کرنے والے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ دیکھو یہاں تو خواہش ہو رہی ہے۔ اور اس خواہش پر بھی زیارت نہیں نصیب ہوئی بلکہ ایک تجلی کی برداشت نہ ہو سکی۔ اور ادھر دیکھیں اپنے محبوب اکرم ﷺ کو خود بلایا اور انوار دیدار سے مشرف فرمایا۔ نیز محبوب کبریا ﷺ نے ان انوار و تجلیات کو خوشی کی حالت میں برداشت فرمایا

؎ موسیٰؑ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی

معلوم ہوا ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ فرما کر مخلوق کو معرفت باری تعالیٰ سے آپ ہی نے نوازا۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو توحید کو جاننے والا کوئی نہ تھا۔ جس کسی کو وحدہ لاشریک لہ کی ذات سے شناسائی ہوئی حضور ﷺ کے طفیل ہوئی۔ بڑی چھوٹی نعمت آپ کے وسیلہ سے تقسیم ہوتی ہے۔ بھوکے کو روٹی پیاسے کو پانی آپ کے لنگر سے ملتا ہے' محتاجوں کی حاجتیں آپ کے لنگر سے پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کے لنگر سے ہمیں بھی عطا فرمائے' ہماری آہ و بکا' خواہش و تمنا اور عرض و دعا کو بر لائے۔

محبوب دو عالم ﷺ کا کوئی معجزہ ایسا نہیں جو کما حقہ کسی کی سمجھ میں آئے جب یہ ناممکن ہے تو پھر حضور ﷺ کا کمال اس سے بھی بالاتر ہے۔

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ

سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم

اسی معراج شریف کے متعلق ہم غور کریں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو بہت ہی گمراہی ہوتی کیونکہ آج ہوا پر اڑتے ہوئے چاند کو حاصل کرنے کی کوششوں پر ہیں یہ آپ کے معراج پر ثبوت بین ہے۔ لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں کیا معلوم ستاروں سے آپ کس طرح گزر گئے۔ طرح طرح کے اعتراض تراش سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود (دشمنوں) سے ثبوت کرادیا کہ اگر یہ مادی طاقتیں مادیات کے ہوتے ہوئے ستاروں کے قریب پہنچنے کی کوششوں میں ہیں تو روحانیت سے کسی طرح بعید ہے کہ ہفت سماوات کو طے کرلے۔ اس کے ماننے کیلئے ہر شخص کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ ایک ہی رات میں معراج حاصل کرنا مشکل نہیں۔

بھائیو! اس مہینہ کو حضور ﷺ سے نسبت ہے اس نسبت سے بڑھ کر کوئی اور نسبت نہیں۔ ہر چیز کو حضور ﷺ کی نسبت سے حصہ مرحمت ہوا۔ بعض بے علم نااہل لوگ طرح طرح کے خرافات بکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے جہلا سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ علم با عمل عطا فرمائے۔

علاوہ ازیں طلباء کیلئے چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ تم لوگ گھر چھوڑ کر محض علم دین کیلئے یہاں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری محنت پوری فرمائے۔ ہر قسم کے گناہ سے اجتناب کرو تو لازماً علم میں برکت ہوگی۔ ایک بار حضرت امام شافعیؒ نے اپنے وقت کے بزرگ (حضرت امام وکیعؒ) سے عرض کیا کہ میرا حافظہ کم ہے۔ آپ نے فرمایا گناہ سے پرہیز کرو گناہ ایسی چیز ہے جو علم سے روک دیتی ہے۔ حافظہ کو تباہ کرتی ہے۔ چو! تم حضور ﷺ کے دین کو سمجھنے اور علم شریعت حاصل کرنے کیلئے آئے ہو۔ اسلام سے جو چیزیں متصادم ہوں ان سے تم نے مقابلہ کرنا ہے۔ اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے آپ کو اسلام کا نمونہ بناؤ۔ تمہیں دیکھ کر لوگ قیاس کریں کہ دین اسلام یہ چیز ہے۔ مسلمانوں کے کردار و گفتار اس طرح ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو مکمل ترین نمونہ اسلام بناؤ۔ تمہارا علم مضبوط ہو۔ عمل راسخ ہو۔ عقیدہ خالص ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب سب ناپسندیدہ اعمال سے پوری طرح پرہیز ہو۔ چو! اگر انسان محض اللہ تعالیٰ کی بخشش پر بھروسہ رکھے اور گناہ کا ارتکاب کرتا رہے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ غفور رحیم واقعی ہے لیکن قہار بھی ہے۔ گرفتار کرتا ہے تو اس کی گرفت بھی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی گرفت سے امان دے۔

آپ لوگوں نے ملازمت کے خیال کو چھوڑ کر دارالعلوم میں داخلہ لیا ہے اور دنیاوی ہوس کو دل سے نکال دیا ہے۔ اللہ والے کے دروازے پر آگئے ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کریم ہے لیکن تم اپنی حالتیں سنوارو اخلاق نیک بناؤ۔ کوشش کرو تمہاری کوشش و محنت تب بار آور ہوگی جبکہ اسلام انسانیت اور اخلاق اعلیٰ کے خلاف کاموں کو کلیۃً چھوڑ دو۔ اور دل و جان سے عمل صالح میں کوشاں رہو۔ پھر جو آدمی گناہوں سے رک جاتا ہے شریعت مطہرہ کے راستہ کو عمل میں لاتا ہے۔ حضور ﷺ کی توجہ بھی شامل حال ہو جاتی ہے۔ اسی میں ولایت بھی اور سب کچھ ہے۔ اگر اس کے برعکس زندگی بسر کی جائے تو پھر "خسر الدنیا والآخرۃ" دنیا و آخرت کی تباہی اور خسران ہے۔ اس کا مطلب پھر یہ ہو گا کہ

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود ۔۔۔ چوں باز آید ہنوز خر باشد

لوگ چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ لوگوں کا عشق اور تمہارا عشق کیا چیز ہے۔ جتنا بھی کوئی عاشق ہو محبوب کبریا ﷺ کے اپنی امت کے ساتھ عشق کی کوئی نسبت بھی نہیں رکھتا۔ حضور ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ منوں کے من عشق ہے۔

چو! محبت اس وقت نصیب ہو گی جب ہر برے کام سے دل رک جائے۔ ہر ناجائز حرکت سے بلکہ ناجائز خیال سے انسان باز آجائے کہ علم کی دولت محبت والا خزانہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور علم کی قدر و منزلت اس کا مرتبہ عند اللہ بہت بڑا ہے۔ اگر طالب علم تمام رات سویا رہے اور ایک عابد تمام رات عبادت میں گزار دے تو وہ غالب ہو جائے۔ اس ارادہ سے تمام رات نیند میں گزاری کہ صبح تازہ دماغ کے ساتھ تعلیم حاصل کروں گا۔ اس عابد سے بڑا مجاہد ہے۔ علم پڑھنا بھی معمولی بات نہیں۔ یہاں تو بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ شیطان کے ساتھ مقابلہ کی اس وقت بہت ہی بڑی ضرورت ہے۔ اگر علم پڑھ کر شیطانیت کا مقابلہ نہیں کرنا اور اخلاق ذمیمہ سے پرہیز نہیں کرنا تو پھر تمہارا گھروں کو چھوڑنا، والدین اور خویش و اقارب کی جدائی اختیار کرنا۔ سب رائگاں اور ضائع ہو گا۔ ہر اچھے سے اچھے کام کو اختیار کرو۔ نماز کے بعد یہ دعا مانگو۔ اے اللہ اپنی محبت عطا فرما اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ نیز اس کام اور علم کی محبت بخش جو مجھے محبوب ﷺ کے قریب کر دے۔

حضور ﷺ کے پاس تو خزانے بے شمار ہیں لیکن تم کو دل اور دماغ وہ رکھنا چاہیے جس کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس حاضری دے سکو۔

؎ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزا شتیم کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

سبحان اللہ غالب نے منطقی تعریف کی ہے۔ یعنی جس کی ذاتیات کا علم نہیں اس کی ثنا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور جس ذات کو آپ ﷺ کی حقیقت اور عظمت و شان کا مکمل طور پر علم ہے وہی تعریف کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ کی ثنا کما حقہ کر سکتا ہے۔ جب ہمیں محبوب دو عالم ﷺ کی حقیقت معلوم نہیں ہے اور ذاتیات کو نہیں جانتے تو ہم اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں۔ اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں لیکن تھوڑی سی روحانی غذا حاصل کر لیں۔ جب محبوب کبریا ﷺ کا نام نامی و اسم گرامی زبان پر جاری ہوتا ہے تو کتنا ہی پیارا نام ہے کہ ہونٹ چھوڑتے نہیں ہیں۔ اور بار بار آپس میں ملتے ہیں۔ یعنی محمد۔ سبحان اللہ کیسا میٹھا نام ہے۔

حضور ﷺ کا شان ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(۹۔ ربیع الاول شریف ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۶۔ مئی ۱۹۶۹ء)